حضرت امیر معاویہؓ

(دشمنوں اور دوستوں کے نرغے میں)

تالیف

ملک محمدؐ اکرم اعوان مدظلہ

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

حضرت امیر معاویہ

دشمنوں اور دوستوں کے نرغے میں

تالیف

ملک محمد اکرم اعوان مدظلہ

◉

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دار العرفان منارہ ضلع چکوال

تعداد ———————— بارہ سو(بار سوم)

پبلشر ———————— ملک محمد اکرم اعوان

پرنٹر ————————

پریس ————————

کتابت ———————— علاؤالدین سلیمی

قیمت:35روپے

فہرست مضامین

۱۔ تعارف	۳
۲۔ کتاب اور اصحابِ رسول اللہ	۱۵
۳۔ کلامِ رسول اللہ اور مقام امیر معاویہؓ	۲۲
۴۔ صلحائے امت اور امیر معاویہؓ	۳۱
۵۔ خال المومنین	۳۵
۶۔ کاتب الوحی	۳۷
۷۔ کیا غیر مومن کاتب الوحی ہو سکتا ہے۔	۴۸
۸۔ امیر معاویہؓ اور خاندانِ نبوت سے حسن سلوک	۵۳
۹۔ جنگِ صفین۔	۵۶
۱۰۔ امیر معاویہؓ اور حضرت حسنؓ کی صلح۔	۹۹
۱۱۔ سیرت امیر معاویہؓ ایک نظر میں۔	۱۱۷

تعارف

تاریخ کیا ہے۔؟ قوموں کے افکار و نظریات افعال و اعمال کا ریکارڈ ہے۔ اقوام عالم کے عروج و زوال کی ایک مربوط اور مسلسل داستان ہے۔

قوموں کے ماضی کا ایک آئینہ جس میں کوئی قوم اپنے کردار کے خط و خال کو دیکھ کر حال کو محو فکر یہ بناتی اور مستقبل کی تعمیر کے لئے خاکے تیار کرتی ہے۔ اور اپنے فکر و عمل سے ان خاکوں میں رنگ بھرنا شروع کرتی ہے۔

اقوام عالم کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر قوم کی زندگی کا وہ دور ایک معیاری اور مثالی دور ہوتا ہے۔ جب کوئی لیڈر قوم کو انقلابی صحیح فکر دے کر اس میں جذبۂ عمل پیدا کرتا ہے۔ پھر اپنے معیاری اور انقلابی پروگرام کے مطابق قوم کے افراد کی خود تربیت کرتا ہے۔ اور دنیا کا کامیاب ترین انقلابی لیڈر وہ ہوتا ہے۔ جو افراد قوم کی تربیت کر کے ایک مثالی معاشرہ لیڈر عملاً قائم کر دے۔ جس کی فکری جڑیں افراد کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں پیوست ہوں۔ اور عملی برگ و بار زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں نظر آئیں۔ یہ مثالی دور عموماً ابتدائی

دور ہوتا ہے۔ اور اس میں قوم کو بے پناہ قربانیاں پیش کرنا پڑتی ہیں۔ اپنے دیرینہ نظریات و افکار کی قربانی، اپنی پسند و ناپسند کے معیار کی قربانی اپنے روابط و تعلقات کی قربانی، عزیز ترین مفاد و عزیز ترین متاع سے دستبردار ہونے کی قربانی حتیٰ کہ اپنی جان کی قربانی بھی پیش کرنی ہوتی ہے۔ بلکہ اس قربانی پر قوم کو ہمیشہ فخر محسوس ہوتا ہے۔ اور یہی قربانی قومی زندگی کی عمارت کے لئے مستحکم بنیاد بنتی ہے۔ بلکہ یوں کہئے۔ کہ یہ قربانی دراصل وہ روح حیات اور وہ خون ہوتا ہے۔ جو قوم کی رگوں میں گردش کر کے اُسے زندہ رکھنے کا سبب بنتا ہے۔ خوب کہا ایک عارف نے ؎

جو دیکھی ہسٹری اس بات کا کامل یقین آیا
جنہیں مرنا نہیں آیا انہیں جینا نہیں آیا

اس حقیقت کو دنیا کی ہر قوم نے محسوس کیا۔ اور اس کا اعتراف کیا نہیں۔ بلکہ اس پر فخر کا اظہار کیا۔ کہ اس کی زندگی کے اُس دور کا ہر فرد جس نے براہ راست انقلابی لیڈر سے تربیت حاصل کی۔ واقعی قومی ہیرو کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا اعتراف اور احساس ہونا ایک فطری امر ہے۔ اور خالق فطرت انسانی نے خود اُس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ارشاد ہے :-

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (۹ : ۲۰)

جو لوگ ایمان لائے۔ اور گھر بار چھوڑے۔ اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا۔ اللہ کے نزدیک اُن کا درجہ نہایت

بلند ہے۔"

اللہ کے نزدیک درجہ بلند ہونا اُن کے کمال کا ایک پہلو ہے۔ جس سے اُن کے اعمال کی عنداللہ قبولیت کا اظہار ہوتا ہے۔ دُوسرا پہلو وُہ ہے۔ جو اس امر کا اعلان ہے۔ کہ اس برگزیدہ راہ نما کے براہ راست تربیت یافتہ افراد آنے والی نسلوں کے لئے روشنی کا مینار ہے۔ اور عملی زندگی کا بہترین نمونہ ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے :-

والسّٰبقون الاوّلون من المھٰجرین والانصار والّذین اتّبعوھم باحسانٍ رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ واعدّلھم جنّٰتٍ تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدًا ذٰلک الفوز العظیم (۹ : ۱۰۰) ط	جن لوگوں نے ہجرت میں پہل کی۔ اور جن لوگوں نے اُن مہاجرین کی دینی نصرت کی۔ اور جن لوگوں نے ان دونوں گروہوں کا دل وجان سے اتباع کیا۔ اللہ اُن سے راضی ہوا۔ اور وُہ اللہ سے خوش ہوئے اور اللہ نے اُن کے لئے

ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں۔ جن میں نہریں جاری ہیں۔ یہ لوگ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی تو سب سے بڑی کامیابی ہے۔"

ظاہر ہے۔ کہ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے اس عظیم مربّی کے تربیت یافتہ افراد کو واجب الاتباع قرار دے کر اس اتباع کے ساتھ احسان کی قید بھی لگا دی۔ کہ یہ اتباع محض ضابطے کی کارروائی نہ ہو۔ بلکہ اُن کی پیروی ہو۔ تو دل وجان سے ہو۔

خالق کے اس عظیم نمائندے نے اپنے خالق کے اُس اعلان کو اپنے الفاظ میں یُوں ادا فرمایا۔ کہ :-

ان الناس لكم تبع وان رجالاً يأتونكم من اقطار الارض يتفقهون فى الدين فاذا اتوكم فاستوا صوابهم خيراً رواہ الترمذى ـ عن ابى سعيدؓ الخدرى ط

یعنی اے میری تربیت یافتہ جماعت، لوگ تمہارے نقشِ قدم کو دیکھا کریں گے۔ اور دنیا کے کونے کونے سے دین سیکھنے کے لئے تمہارے پاس آیا کریں گے۔ تو جب لوگ صحیح طلب لے کر تمہارے پاس آئیں۔ تو اُن کی خوب راہ نمائی کرنا ۔"

کیسا واضح اعلان ہے ۔ کہ دین کا فہم حاصل کرنے کے لئے لوگ قیامت تک تمہارے محتاج ہوں گے۔ اور دین پر عمل کرنے کے لئے معیاری صورت وہی ہے ۔ جو میں نے تمہیں سکھائی۔ لہٰذا لوگ اس پہلو میں بھی تمہارے محتاج ہوں گے۔

یعنی دینی علم و عمل کے معلّم بھی تم لوگ ہو۔ اور عملی زندگی میں صحیح راہ نمائی بھی تمہی سے ملے گی ؛

حافظ ابن عبد البر رح نے کیا خوب فرمایا ہے ۔ کہ

انما العلم ما جاء من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم وما ليس منهم هو ليس بعلمٍ ؕ

یعنی صحیح علم وہ ہے ۔ جو اصحاب رسول سے حاصل کیا جائے۔ کیونکہ یہ لوگ اس معلّم اور مربی کے براہ راست شاگرد اور تربیت یافتہ ہیں ۔ جسے آدم زاد کو انسان بننے کا سلیقہ سکھانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اُن کی راہ نمائی سے انکار کرنا دراصل اس

عظیم معلّم کی تعلیم و تربیت سے انکار کے مترادف ہے۔ جس سے بیرحق کرکے انسان احسن التقویم کے مقام سے گر کر اسفل السافلین میں جا پہنچتا ہے ؎

یہ ایک ایسی ناقابل انکار حقیقت ہے۔ کہ ایک غیر مسلم اور متعصب مؤرخ بھی اس کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہتا ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم و تربیت سے ایسا انقلاب پیدا کیا۔ کہ

"STERILE ARABIA SEEMS TO BE CONVERTED AS IF BY MAGIC INTO THE NURSERY OF HEROES THE LIKE OF WHOM BOTH IN NUMBER AND QUALITY IS HARD TO FIND ANYWHERE — HITTI"

یہ تھا تصویر کا ایک رُخ بلکہ حقیقی رُخ۔ اِس کا دوسرا رُخ یہ ہے۔ کہ نادان قوم کے ساتھ پوری انسانی تاریخ میں پہلی اور غالباً آخری مرتبہ یہ المیہ پیش آیا۔ کہ کچھ افراد نے اُسے مقصدِ حیات بنا لیا۔ کہ اس عظیم محسنِ انسانیت کے تربیت یافتہ افراد کو قوم کیا دنیا کے پست ترین اور سب سے زیادہ نکمے انسان ثابت کیا جائے نادانوں نے یہ نہ سمجھا۔ کہ یہ کوشش دراصل اس عظیم راہ نما کو ناکام ثابت کرنے اور اس کی تربیت کو ناقص ترین قرار دینے کی بے جا جسارت ہے جس کی تربیت کا نقشہ اہل بصیرت نے ان الفاظ میں کھینچا ہے ؎

دُرفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

سوال یہ ہے۔ کہ اِس احمقانہ کاروائی میں اُس قوم نے اوّلیت کا درجہ حاصل کرنے کی کوشش کیوں کی۔ اس سوال کا جواب تاریخ کے ذخیرہ سے تلاش کیا جائے۔ تو کچھ اس طرح محسوس ہوتا ہے۔ کہ خُدا نے ایک وعدہ فرمایا تھا۔ کہ لیظھرہٗ علی الدّین کلّہٖ۔ تو اس وعدہ کے پورا ہونے کی دو صُورتیں دنیا کے سامنے آئیں۔ جہاں تک علمی استدلال اور عقلی دلائل کا تعلق ہے۔ اللہ کے رسول نے اللہ کی کتاب کے الفاظ اور اس کے مفہوم کے ذریعے تمام ادیان عالم کو دلیل کے میدان میں مغلوب کر دیا۔ اور جہاں تک اظہارِ دین کے عملی پہلو کا تعلق ہے۔ اس عظیم معلم کے براہِ راست شاگردوں نے دنیا کے بہترین جرنیل اور کامیاب ترین حکمران کی صورت میں اپنے آپ کو پیش کیا۔ اور دین کو عملاً غالب کر کے دکھا دیا۔ یعنی باطل نے خواہ کسی شکل میں ہو۔ استدلالی اور اقتدار دونوں میدانوں۔ میں اس بُری طرح شکست کھائی۔ کہ پھر سر اُٹھانے کی کوئی اُمید نظر نہ آتی تھی۔ چنانچہ باطل نے ردوبدل و مقابلہ کرنے کی ہمت نہ پاکر نقب زنی کا منصوبہ بنایا۔ اس کام میں سب سے زیادہ پیش پیش وہ قوم تھی۔ جسے اُس سے پہلے اپنی علمی اور نسلی برتری کا دعویٰ تھا۔ اور یہ دعویٰ عملاً منوالیا گیا تھا۔ اور یہ تھے یہود جنہیں اسلام کی تربیت اور برتری ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ مگر اپنی کم ہمتی کی وجہ سے صرف نقب لگانے پر اپنی توجہ مرکوز کر دی ؛

اُن کا طریقِ واردات جو تاریخ سے نظر آتا ہے۔ یہ تھا۔ کہ :-

۱- : بظاہر اسلام قبول کر کے اپنے آپ کو مسلمان قوم کا ایک فرد تسلیم کرالو ٭

۲- : اللہ تعالیٰ کے آخری رسولؐ نے ۲۳ برس کی محنت شاقہ سے جو معاشرہ تیار کیا۔ اُس کو دُو حصّوں میں تقسیم کر دو ٭

۳- : ایک حصّہ کے ساتھ اپنی عقیدت اور محبت میں اتنا غلو ظاہر کرو۔ کہ وُہ سچ مُچ کی محبت معلُوم ہونے لگے ٭

۴- : دُوسرے حصّے کو اُس گروہ کا دُشمن ثابت کرنے شرُوع کر دو۔ جس کے ساتھ تم نے عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے ٭

۵- : حقائق اُس سازش کی تائید نہیں کریں گے۔ لہٰذا حقائق پر پردہ یوُں ڈالو۔ کہ جس گروہ سے عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ اُس کو ایسا بے بس ثابت کر دو۔ کہ وُہ عمر بھر حق کا ایک کلمہ بھی زبان سے نہ نکال سکے۔ مگر یہ تو بُزدلی کے علاوہ کتمانِ حق بھی ہے۔ جو بجائے خوُد بہت بڑا جرم ہے۔ تو اُس کے لئے تقیہ کی اصطلاح وضع کر دو۔ پھر تقیہ کی اہمیت کا ایسا پرچار کرو۔ کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے۔ کہ ۹/۱۰ حصّہ دین صرف تقیہ میں ہے یعنی ۱/۱۰ حصّہ سے بے فکر ہو جاؤ۔ اور جھوٹ کو اوڑھنا بچھونا بنا کر مطمئن ہو جاؤ۔ کہ دین غالب ہو رہا ہے۔

جس گروہ کو اس " محبوُب " گروہ کا دُشمن ظاہر کیا گیا۔ اُن کی دینی خدمات ایسے حقائق تھے۔ کہ اُن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اُس کی صورت یہ بنائی۔ کہ سب دکھاوے کی چیزیں ہیں۔ اُن کے اندر ایمان نہیں۔ اور اُس کے لئے نفاق کی اصطلاح وضع کی گئی۔ دونوں کا

نتیجہ یہ نکلا۔ کہ دونوں گروہ ہیں۔ تو جھوٹے صرف فرق اتنا ہے۔ کہ ایک گروہ کے جھوٹ کا نام تقیہ ہے۔ دُوسرے گروہ کے جھوٹ کا نام نفاق ہے۔ اُس طریق واردات کا اثر دیکھئے۔ کہ بظاہر نہ اسلام کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ اور نہ ہی داعیٔ اسلام کو۔ مگر درحقیقت یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ جنابِ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے ۲۳ برس میں صرف ایک جھوٹوں کی جماعت تیار کی۔ اُس عرصہ میں ایک آدمی بھی آپ نے ایسا تیار نہیں کیا۔ جو سچّا ہو۔ اور سچ بات جرأت سے کہہ سکے۔ حتیٰ کہ آپ کے تمام تربیت یافتہ افراد یقیناً نا قابلِ اعتماد تھے ؛

۶ - ؛ اُس یہودی نقب زنی کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اس اُمت کا ایک گروہ اُس جماعت کا مخالف ہوگیا ؛ جسے یہود نے اپنی سازش سے اپنی محبوب جماعت قرار دیا تھا۔ اور اُس گروہ نے اس جماعت کو نا قابلِ اعتماد قرار دیا کہ اُس کے خلاف عدمِ اعتماد کا ووٹ دے دیا۔ اُس گروہ کو خوارج کہتے ہیں ؛

(۷) اس اُمت میں سے ایک گروہ اور وجود میں آیا۔ جو صحابہؓ کی اس جماعت کا مخالف ہوگیا۔ جسے یہودی سازش نے پہلے گروہ کا مخالف اور ظالم ظاہر کیا تھا۔ اُس گروہ نے صحابہ کی اُس عظیم جماعت کے ایمان سے بھی انکار کر دیا۔ اور انہیں بدنام کرنے کی زیرِ زمین مہم چلادی۔ اس دُوسرے کا نام رافضی یا شیعہ ہے۔

۸ - ؛ بظاہر یہ دو جماعتیں ہوگئیں۔ مگر اُن دونوں کے عقائد اور نظریات کا مجموعہ ماحاصل یہ ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کی تیار کردہ جماعت قابلِ اعتماد نہیں ؛

۹-: اُس کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہ نکلا۔ کہ دین اسلام قابلِ اعتماد نہیں۔ کیونکہ دین اسلام تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا۔ آپ کی نبوت اور دین کے عینی شاہد صحابہ کی جماعت ہی تو ہے اور چونکہ وُہ جماعت ناقابل اعتبار ثابت ہوچکی ہے۔ کیونکہ وُہ سب جھُوٹے ہیں۔ لہٰذا جو دین انہوں نے نقل کرکے پہنچایا۔ وُہ کہاں قابلِ اعتماد رہا۔ اللہ کی آخری کتاب جو اُن لوگوں نے نقل کرکے پھیلائی۔ اس کے متعلق کیا ضمانت ہے۔ کہ واقعی وُہ اللہ کی کتاب ہے؟

گویا یہود کی یہ سازشس کامیاب ہوگئی۔ کہ صحابہ سے اعتماد اُٹھا۔ تو اللہ کی کتاب سے اعتماد اُٹھ گیا۔ جب آسمانی کتاب ناقابلِ اعتماد ثابت ہوئی۔ تو آسمانی دین کہاں اس قابل ہے۔ کہ اس کو دینِ حق سمجھا جائے؟

۱۰-: دین حق کو حاکمانہ حیثیت دے کر جن حضرات نے اُسے غالب کیا۔ اور فتوحات کا دائرہ وسیع کیا۔ وُہ خلفائے ثلثہ تھے۔ اور اسلامی معاشرہ کی ترقی اور اسلامی حکومت کی وسعت کو جس شخص نے معراج تک پہنچایا۔ وہ حضرت امیر معاویہ تھے۔ لہٰذا روافض کی نادان جماعت نے ان چار حضرات کو بالخصوص ہدف مُلامت بنایا۔ بلکہ حضرت امیر مُعاویہ سے اعتماد کا اُٹھ جانا گویا تشیع کا دروازہ کھُل جانا ہے۔ اور اس دروازہ کو کھولنے کے لئے اتنا پروپیگنڈا کیا گیا۔ کہ غیر شیعہ بھی حضرت امیر مُعاویہ کی شخصیت کے متعلق تردد کا شکار ہوگئے۔ اس مُعاملے میں وہی

ٹکنیک استعمال کی گئی۔ جو یورپ کی سیاست میں مسلمہ ہے۔ کہ جھوٹ بولو۔ بار بار بولو۔ کثرت سے بولو۔ پورے اعتماد سے بولو۔ حتیٰ کہ وُہ سچ نظر آنے لگے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ تاریخ نے اِس پہلو میں کیا کردار ادا کیا۔ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے ایک مثال پر غور کریں۔ اپنے ملک کی گزشتہ آٹھ دس سال کی تاریخ لکھنے کا کام اگر تین مختلف آدمی اپنے ذمہ لے لیں۔ مثلاً ایڈیٹر "مساوات" اُس عرصے کی تاریخ لکھے۔ پھر ایڈیٹر "نوائے وقت" لکھے۔ اور پھر ایڈیٹر "اردو ڈائجسٹ" اس عرصے کے حالات لکھے۔ تو سوچئے۔ کیا وُہ ایک ہی قسم کی تاریخ ہوگی۔؟ کیا یہ حقیقت نہیں ہے۔ کہ اُن میں سے ایک مؤرخ اس دَور کو دَور ظلمت، ظلم تعدی، لاقانونیت، بے حیائی اور فحاشی کا دَور ٹھہرا دے گا۔ دُوسرا مؤرخ سنہری زمانہ ثابت کرے، تیسرا مؤرخ اُسے دھندلکا بنا کے پیش کرے گا۔ آج سے سو سال بعد اُن تینوں میں سے جو تاریخ باقی رہ جائے گی۔ بس اسی کو پڑھ کے اُس دور کے متعلق ذاتی رائے قائم کی جائے گی۔

بس اسی مثال کو سامنے رکھیں۔ تو آپ کو قدیم ترین اسلامی تاریخ کی کتابوں میں راویوں کے نام کے ضمن میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ، اور ابو سعید، ہشام، کلبی کے نام ملیں گے۔ مؤرخین نے زیادہ تر انہی راویوں کی روایات لی ہیں۔ اور بغیر کسی تنقید کے اُنہیں درج کر دیا ہے۔ صحابہ کے طعن کے متعلق کوئی روایت لے لیجئے۔ آپ کو اس کا راوی لازماً وُہی نکلے گا۔ جو تقیہ کو کامل ترین عبادت سمجھتا ہے۔ پھر مؤرخین

ہیں مسعودی، یعقوبی، واقدی، اور سیف بن عمر عراقی، محمد ابن اسحاق صاحب مغازی ہیں۔ یہ سب حضرات اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو تقیہ کو ۹/۱۰ حصہ دین سمجھتے ہیں۔ اور صحابہ کی اس عظیم جماعت کو ظالم، غاصب اور خارج از ایمان سمجھتے ہیں۔ جنہوں نے پوری دنیا کو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا۔ اب کوئی ذی ہوش انسان تصوّر کر سکتا ہے۔ کہ اس عقیدے کا آدمی دین کے کسی خادم کے متعلق کلمہ خیر زبان وقلم سے نکال سکتا ہے۔ ان راویوں اور مؤرخوں کے مسلمانوں جیسے ناموں سے دھوکا کھا کر اچھے اچھے پڑھے لکھے لوگ اُن کی روایتوں پر یقین کر لیتے ہیں۔ اور اللہ کے رسول کے براہِ راست تربیت یافتہ حضرات کے متعلق اپنے دلوں میں بدگمانی کو جگہ دینے سے نہ عار سمجھتے ہیں۔ نہ جھجک محسوس کرتے ہیں ‪:‬

اس مقام پر پہنچکر آدمی اپنے آپ کو ایسے بھنور میں گھرا ہوا محسوس کرتا ہے۔ جس سے نکلنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ لیکن ذرا غور کیا جائے۔ تو اس کی صورت بھی موجود ہے ‪:‬

اس کی سب سے پہلی صورت یہ ہے۔ کہ انسان یہ سمجھ لے۔ کہ صحابہ کا زمانہ نزول قرآن کا زمانہ تھا۔ نبی کریم صلّے اللہ علیہ وسلّم کی ذات اقدس موجود تھی۔ کوئی مشکل پیش آتی۔ تو اس کا حل آسمان سے نازل ہوتا تھا۔ کوئی لغزش ہوتی۔ تو وحی کے ذریعے سہارا ملتا تھا۔ کوئی ٹھوکر لگتی۔ تو جبرائیل کے ذریعہ دستگیری کا سامان پہنچ جاتا تھا۔ اس امر کا امکان ہی نہیں تھا۔ کہ وحی کا نزول بھی ہو رہا ہو۔ اور کوئی علمی یا عملی صورت باقی رہتے جائے۔ جو اللہ و رسُول کو پسند نہ ہو۔ اور کوئی غلطی قائم رکھی

جائے۔ جس کی اصلاح نہ کی جائے۔ اس لئے صحابہ کی تاریخ کو سب سے پہلے قرآن حکیم سے معلوم کرنا چاہیئے۔ پھر اُن عظیم مربی اور معلم کے اقوال سے صحابہ کے حالات ڈھونڈھے۔ جس نے خود یہ جماعت تیار کی تھی۔ پھر صُورت یہ ہے۔ رواۃ اور مؤرخین کی روایات کو اصول روایت و درایت کے تحت پرکھا جائے۔ اور اس غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ تاریخ میں اصُول روایت و درایت کا کیا کام۔ بس مؤرخ پر اعتماد کرلینا چاہیئے کیونکہ صحابہ کی ذات ان عام تاریخی شخصیتوں کی طرح نہیں۔ جو سیاست حکومت اور فتوحات میں نام پیدا کر گئے۔ بلکہ صحابہ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت اور قرآن کے نزُول اور قرآن کے الفاظ کی عملی تعبیر کا نمونہ ہیں۔ اس لئے اس معاملہ میں خاص احتیاط کی ضرُورت ہے۔ اب ہم کچھ اسی ترتیب سے حضرت امیر معاویہؓ کے حالات بیان کرتے ہیں ؂

(۱)

کتاب اور اصحابِ رسول اللہ

قرآن کریم میں صحابہ کرامؓ کے اوصاف مختلف مقامات پر مختلف اسلوب بیان استعمال کر کے بیان فرمائے گئے ہیں۔ مثلاً:۔

۱:۔ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ (۵۷ : ۱۰)

تم میں سے جس شخص نے فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالےٰ کی راہ میں مال خرچ کیا۔ اور جنگ کی۔ اُس کے برابر کوئی نہیں۔ یہ لوگ اُن کے مقابلے میں بہت بلند درجہ کے ہیں۔ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ تعالےٰ کی راہ میں مال خرچ کیا۔ اور جنگ کی۔ ہاں دونوں فریقوں کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے۔ کہ وہ جنتی ہیں۔"

اس آیت سے ظاہر ہے کہ قبولیت، عظمت اور فضیلت کے اعتبار سے صحابہ کرامؓ کو دو حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ پھر اُن کا تقابل کیا ہے۔ کہ جن صحابہ کرامؓ نے فتح مکہ سے پہلے مالی اور جانی قربانیاں دین کی خاطر دی ہیں۔ وہ اُن سے افضل ہیں۔ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد یہی قربانیاں دی ہیں۔ اِس تقابل سے قطع نظر جہاں تک اُن میں قدر مشترک کا تعلق ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دونوں فریق اللہ تعالےٰ کے انعامات کے مستحق ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے۔ اس آیت سے

اصُولی طور پر معلوم ہوا۔ کہ تمام صحابہؓ کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے۔ حضرت امیر معاویہ دُوسرے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے وکلا وعد اللہ الحُسنیٰ کا اطلاق اُن کی ذات پر بھی ہوتا ہے ؛

ایک مناظرہ میں مولوی فیض محمد صاحب شیعہ مناظر نے اعتراض کیا۔ کہ آیت میں امیر معاویہ کا نام نہیں۔ گو یہ سوال طفلانہ نہیں بلکہ جاہلانہ تھا۔ مگر آخر سوال تو تھا۔ لہٰذا جواب دیا گیا کہ آپ پہلے گروہ میں حضرت علی اور تین صحابہ کو کس دلیل سے شامل کرتے ہیں۔ اُن کے نام آیت میں کہاں ہیں۔ جس دلیل کا سہارا آپ وہاں لیتے ہیں اسی دلیل سے حضرت امیر مُعاویہ بھی آیت کے مصداق میں داخل ہیں۔

قرآن کریم کا اسلُوب یہ ہے۔ کہ صحابہ کے اوصاف بیان کیا کرتا ہے۔ کبھی وُہ اوصاف ایسے ہوتے ہیں۔ جو تمام صحابہ میں پائے جاتے ہیں۔ اس آیت میں بیان ہوا۔ اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے۔ کہ کسی وصف کا اطلاق کسی خاص صحابی کی ذات پر ہوتا ہے۔ مثلاً :۔

ولا تقتلوا النفس التی حرّم اللہ الا بالحق ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطاناً فلا یسرف فی القتل انہ کان منصوراً ۝ (۱۷: ۳۳)	اور کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو۔ اور جو ظلم سے قتل کیا گیا۔ تو ہم نے اُس کے وارث کو غلبہ ظاہر دے دیا۔ سو اب قتل میں دست درازی نہ

کرے۔ یقیناً مقتول کا ولی خُدا کی طرف سے مدد یافتہ ہے۔"

اس آیت سے چند اصُول معلوم ہوئے :۔

۱-ع مظلوم مقتول کے ولی کے لئے غلبہ مقدر ہے ؛

۲-ع ولیٔ مقتول کا ناصر و مددگار خود اللہ تعالےٰ ہے ؛

یعنی ولیٔ مقتول مظلوم کے لئے اللہ کی طرف سے مدد اور اس مدد کی وجہ سے اُسے غلبہ اس آیت سے ثابت ہوگیا ؛

امام ابن کثیر رح نے محدّث طبرانی سے اس آیت کی تفسیر نقل کی ہے

عن زهدام الجرحی قال کنّا فی سمر ابن عباس فقال انی محدّثکم بحدیث لیس بسرٍ ولا علانیة انّهٗ لمّا کان من امر هٰذا الرّجل ای عثمان قلت لعلیؓ رض اعتزل فلوکنت فی حجر طلبت حتیّ تستخرج فعصانی وایم الله لیتأمرنّ علیکم معاویة و ذالك انّ الله تعالیٰ یقول ومن قتل مظلومًا فقد جعلنا لولیه سلطانًا وقد اخذ الامام الحبر ابن عباس من عموم هٰذه الاٰیة الکریمة ولایة معاویة السلطنة انّهٗ سیملك لانّهٗ کان ولی عثمان وقد قتل مظلومًا ۂ

زہرم جرحی کہتا ہے۔ کہ ہم ابن عباسؓ کے ساتھ بات چیت کر رہے تھے۔ کہ فرمایا۔ میں تمہیں ایک حدیث سُناتا ہوں۔ جو نہ تو مخفی ہے اور نہ ظاہر۔ وُہ یہ کہ قتل عثمانؓ کے واقعہ کے بعد میں نے حضرت علی رض سے کہا۔ آپ علیحدہ ہو جائیں (حکومت سے) ورنہ آپ کسی غار میں بھی ہوتے تو آپ سے قتل عثمان کا مُطالبہ کیا جائے گا۔ اور آپ کو اس غار سے باہر نکال لایا جائے گا۔ حضرت علی رض نے میری بات نہ مانی۔ اور خدا کی قسم حضرت امیر معاویہ تم پر ضرور حکومت کریں گے۔ کیونکہ قرآن میں خدا تعالےٰ نے حکم دیا ہے۔ کہ ظلماً جو مقتول

ہتوا۔ اُس کے ولی کو ہم نے غلبہ دیا ہے ۔

اور حضرت امیر مُعاویہ چونکہ حضرت عثمانؓ کے ولی ہیں ۔ اور حضرت عثمانؓ ظلماً قتل ہوئے ہیں ۔ اس آیت کے عموم سے ابن عباسؓ نے حضرت امیر مُعاویہ کی ولایت و سلطنت کا مفہوم اخذ کیا ہے ۔"

وكان معاوية يطالب علياً يسلمهٗ قتلته عثمانؓ حتىٰ يقتصّ منهم لانهٗ اموى الى ان قال و صار الامر اليه كما قال ابن عباسؓ	" اور حضرت امیر مُعاویہؓ، حضرت علیؓ سے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا مُطالبہ کرتے رہے۔ کہ اُن سے قصاص

لیا جائے۔ آخر کار حکومت حضرت امیر مُعاویہ کے پاس چلی گئی۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تھا ۔"

اِس آیت اور اِس تفسیر سے صاف ظاہر ہے ۔ کہ حضرت امیر مُعاویہؓ کے ساتھ اللہ کی مدد شامل تھی ۔ لہٰذا اُن کو غلبہ و ر حکومت کا حاصل ہونا یقینی تھا ۔ اس لئے یہ آیت اُن کو غلبہ اور حکومت کا نص ہے ۔ یہ کہنا تو بالکل بچوں کی سی حرکت ہے ۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت حسنؓ سے بجبر حکومت چھین لی ۔ یہ بھی عجیب المیہ ہے ۔ کہ محبانِ اہل بیت ہر موقعہ پر مجبوری کو اصل بیت کے دامن کے ساتھ بے بسی اور بُزدلی کا کوئی درجہ باقی نہیں رہتا ۔ حالانکہ یہ حرکت دراصل اہل بیت کے ساتھ دوستی کے دعویٰ کے پردے میں اسلام اور خاندان نبویؐ کے ساتھ دُشمنی کی نہایت بھیانک شکل ہے ۔ اور یہ تو کچھ ایسا نقشہ بنتا ہے ۔ جو میاں محمد صاحب اپنی زبان میں یُوں بیان کیا ہے ۔: ع

بھیڑاں وانگ حلیم دسیوئیں نیت دیا بگھیاڑا

بہر حال حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت اشارۃ النص سے منصوص ثابت ہو گئی ۔

حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت کا ذکر آ گیا ۔ تو اس سلسلے میں چند ایک نادر باتیں بیان کر دینا بے محل نہ ہو گا ۔

فرانسیسی مستشرقین نے اس حکومت کے متعلق ایک پیشگوئی کا ذکر کیا ہے ۔ جسے علامہ ابن حجر نے فتاوی الحدیثیہ ۱۰۲ ، ۱۰۳ پر علامہ آجری سے نقل کیا ہے ۔ لکھتے ہیں ۔ کہ

"حضرت امیر معاویہ کی والدہ ھند کا نکاح ابو سفیان سے پہلے ایک اور شخص سے ہوا تھا ۔ ایک روز اُس کا خاوند کہیں باہر سفر پر گیا ۔ تو اُس کی غیر حاضری میں اُس کا ایک دوست اُسے ملنے آیا ۔ وُہ خیمہ میں داخل ہوا ۔ ھند سو رہی تھی ۔ آہٹ سُن کر بیدار ہوئی ۔ اور اس کے پوچھنے پر بتایا ۔ کہ اُس کا خاوند گھر نہیں ہے ۔ جب وُہ واپس آیا ۔ تو لوگوں نے اس کی بیوی کے متعلق بتایا ۔ کہ تیرے دوست کے ساتھ اُس کے ناجائز تعلقات ہیں ۔ وُہ اس کے قتل پر آمادہ ہو گیا ۔ وُہ بھاگ کے میکے چلی گئی ۔ دونوں خاندانوں میں جنگ کی صورت پیدا ہو گئی ۔ آخر طے ہوا ۔ کہ علاقہ شام میں فلاں کاہن کے پاس چلیں ۔ اور اُس کی بات کو قول فیصل مان لیں ۔ آخر چند آدمی ہمراہ ہوئے ۔ اور کاہن کے پاس چلے ۔ لڑکی کے والد نے بار بار کہا ۔ کہ اگر تم میں عیب ہے ۔ تو بتا دو ۔ وہاں جا کر رسوائی نہ ہو ۔ لڑکی نے بار بار برأت ظاہر کی ۔ آخر کہا ۔ کہ مَیں تو بے قصور ہوں ۔ لیکن یہ بھی تو سوچو ۔ کہ کاہن بھی ایک انسان ہے ۔ اُس کی بات بھی غلط ہو سکتی ہے ۔ اگر یہ صُورت ہوئی ۔ تو کیا بنے گا ۔ اُس کے والد نے

کہا۔ اُس کا انتظام میں نے کر رکھا ہے۔ چنانچہ کاہن کے پاس پہنچے ۔ تو

فاتوہ فلمس علی ظھرھا فقال ھند لیست بزانیۃ وستلد ملکا اسمۃ معاویۃ فکبرالقوم و خرجوا عنہ وفرحوا فاخذ بعلھا بیدھا رجاء ان یکون الولد منہ فنشرت یدھا و قالت واللہ لا تقربنی ابدًا ولا ترانی ابدًا ۵

" وُہ لوگ کاہن کے پاس پہنچے اُس نے ھندہ کی پُشت پر ہاتھ لگایا۔ اور کہا۔ کہ ھندہ زانیہ نہیں ہے۔ عنقریب اُس کے بطن سے ایک بادشاہ پیدا ہو گا۔ جس کا نام مُعاویہ ہو گا۔ لوگ یہ سُن کر خوشی سے پھُولے نہ سمائے۔ وہاں سے لوٹے۔ تو ھندہ کے خاوند نے اُس کا ہاتھ پکڑا۔ اِس اُمید پر کہ وُہ بادشاہ میری پُشت سے ہو گا۔ مگر ھندہ نے اُس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ اور کہا۔ کہ خدا کی قسم تم میرے قریب بھی نہیں آسکتے۔ نہ آئندہ مجھے دیکھ سکتے ہو۔"

اِس کے بعد ھندہ کا نکاح ابُوسفیان سے ہوا۔ اور امیر مُعاویہ پیدا ہُوئے۔ اور آگے چل کر کاہن کی پیشگوئی دُرست ثابت ہُوئی ؛

۲-؛ شیخ عباس قمی شیعہ عالم نے اپنی مشہور کتاب تتمۃ المنتہٰی طبع ایران کے صفحہ نمبر ۳۱ پر لکھا ہے۔ کہ حضرت علی رضؓ نے حضرت امیر مُعاویہ رضؓ سے خود کہا۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا ہے۔ کہ میرے بعد تم نے خلیفہ ہو جانا ہے۔؛

" واز جملہ در خاتمہ آں مُعاویہ را مخاطب داشتہ کہ رسول خُدا صلے اللہ علیہ وسلم مرا خبر دادہ نزد باشد کہ موئے ریش من

بخوان من خضاب گردد و من شہید شوم و تو بعد از من سلطنت امت بدست گیری۔"

کاہن کی پیشگوئی کسی انسانی علم یا فن کی بنا پر ہو سکتی ہے۔ مگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کا فرمانا تو لازماً اللہ تعالےٰ کی طرف سے مطلع ہونے کی وجہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ یعنی امیر مُعاویہ رضؓ کا تخت خلافت پر متمکن ہونا اللہ تعالےٰ کی مشیت اور فیصلہ کے مطابق ہے۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کا اس کی بشارت دینا اللہ تعالےٰ کے فیصلے کے مطابق ہے۔ اور یہ ہی فیصلہ کی اطلاع دینا ہے۔ اور حضرت علیؓ کا خود اُس پیشگوئی کی اطلاع امیر مُعاویہؓ کو دینا۔ اللہ و رسُول کے فیصلے پر مطمئن ہو کر سراپا تسلیم بن جانے کا اظہار ہے۔ اب اگر کوئی کہے۔ کہ امیر مُعاویہ نے بجبر حکومت چھین لی۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ وُہ خدا و رسُول اور حضرت علی کو (معاذ اللہ) سچا نہیں سمجھتا۔

(۲)

کلامِ رسول اللہ اور مقامِ امیر معاویہؓ

۱- : عن واثلة مرفوعًا ان الله ائتمن من وحيه جبرئيل وانا ومعاوية وكاد ان يبعث معاوية نبيًّا من كثرت علمه وائتمانه على كلام ربي يغفر الله لمعاوية ذنوبه ووقاه حسابه الى ان قال وجعله هاديًا ومهديًا وهدى به (اللئالى المصنوعة ۱ ۱ ۴۱۹) :

"حضرت واثلہؓ نے مرفوع حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے کہ حضور نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی پر جبرائیل کو امین بنایا مجھے امین بنایا اور معاویہؓ کو امین بنایا۔ قریب ہے کہ قیامت کے دن معاویہؓ کثرتِ علم اور کلام الٰہی کا امین ہونے کی وجہ سے ایک اُمت بن کر اُٹھے گا۔ اللہ تعالیٰ معاویہؓ کے گناہ معاف فرمائے اُسے حساب سے بچائے۔ آمین۔ ثم آمین۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے ہادی اور مہدی بنائے۔ اور مخلوق اُس سے ہدایت حاصل کرے۔"

۲- : اسی کتاب کے اُسی صفحہ پر علامہ سیوطیؒ نے ایک اور روائیت بیان کی ہے : -

عن ابن عباسؓ ان جبرئيل اتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا محمد

" ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جبرئیل امین نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم

اقرأ معاویۃ السّلام واستوصی بہٖ خیرًا فانّہٗ امین اللہ علیٰ کتابہٖ ووحیہٖ ونعم الامین ؎

سے فرمایا ۔ کہ اے محمدؐ! معاویہ کو السّلام علیک کہیں ۔ اُس کو عُمدہ وصیّت فرمائیں ۔ کیونکہ وُہ کتاب الٰہی کا امین ہے ۔ اور اللہ تعالےٰ کی وحی کا امین ہے ۔ اور بڑا عُمدہ امین ہے ؏

حیرت ہوتی ہے ۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق نبی کریمؐ سے ایسے ارشادات اور حضورؐ کی زبانی اُن کے متعلق اللہ تعالےٰ کے انعامات سُنکر بھی لوگ امیر معاویہؓ کو ہدفِ ملامت بنانے کی جرأت کیسے کرتے ہیں ۔ یہ دعوےٰ کیونکر کرتے ہیں ۔ کہ وُہ لوگ اللہ و رسُول سے بہتر نقاد ہیں ۔ یعنے حضرت امیر معاویہؓ کو پیدا کرنے والا اُسے نہیں جانتا ۔ امیر معاویہ کی تربیت کرنے والا اور تربیت کے بعد اُسے کتاب الٰہی کا امین بنانے والا اللہ کا آخری رسول بھی امیر معاویہ کو نہیں جانتا ۔ اور صدیوں بعد پیدا ہونے والے یہ لوگ محض سُنی سُنائی اور اختراعی باتوں کی بنا پر امیر معاویہ کے محاسن و معائب کو زیادہ جانتے ہیں ۔ کتنے دلیر ہیں یہ لوگ ؏

۴ :۔ علامہ سیوطیؒ نے اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۲۴ پر امیر معاویہ پر حضورؐ کی ایک خصُوصی عنایت کا ذکر کیا ہے ؏

ولمّا حلق النبیّ صلّی اللہ علیہ سلّم رأسہٗ بمنیٰ دفع الیٰ معاویۃ من شعرۂ فصانہٗ فلمّا مات معاویۃ جعل شعر النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم

"جب نبی کریمؐ نے منیٰ کے مقام پر سر منڈایا ۔ تو اپنے کچھ بال امیر معاویہؓ کو دیئے ۔ امیر معاویہؓ نے

علیٰ عینیہ ط | اُن بالوں کو خوب محفوظ رکھا۔ اور
وفات کے وقت یہ بال امیر مُعاویہؓ کی آنکھوں پر رکھے گئے" ۔"

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم اپنے صحابہ کی بہت قدر فرماتے۔ اور صحابہؓ کو بھی حضورؐ سے کمال درجے کی عقیدت تھی۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضورؐ نے امیر مُعاویہ رضؓ کے ساتھ کمال شفقت فرمائی۔ اور جناب حضرت امیر مُعاویہؓ نے بھی اس متاع عزیز کو زندگی بھر حرزِ جان بنائے رکھا۔ اور یہاں سے رُخصت ہوتے وقت یہ دولت ساتھ لیتے گئے ۔

۴ -: اُسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۲۴ پر تحریر ہے :-

عن ابن عمر کان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم مع زوجته اُم حبیبة فی قبة فاقبل معاویة فقال لھا النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم یا اُم حبیبة ھذا اخوك قد اقبل اما انهٗ یبعث یوم القیامة علیه رداء من نور الایمان ۞	حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضور اکرمؐ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت اُم حبیبہؓ کے ہمراہ ایک خیمہ میں بیٹھے تھے۔ آپ نے امیر مُعاویہ کو آتے دیکھا۔ تو فرمایا اے اُم حبیبہؓ یہ تیرا بھائی آ رہا ہے۔ یہ محقق

بات ہے۔ کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اُسے یوں اُٹھائے گا۔ کہ اس پر نورِ ایمان کی ایک چادر ہوگی ۔ "

اِنسان کی کامیابی کا انحصار حسن خاتمہ پر ہے۔ جب تک انسان زندہ ہے۔ خطرے میں ہے۔ کہ کہیں اُس کا قدم پھسل نہ جائے۔ خُوش قسمت ہیں وُہ لوگ جو ایمان کی دولت لے کر اس دُنیا سے رُخصت ہوں۔ اُن سے زیادہ خُوش قسمت اور خُوش بخت وُہ لوگ ہیں جو میدان

حشر میں حاضر ہوں۔ کہ اُن کی ہر ادا سے ظاہر ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ اُن سے راضی اور اُن سے زیادہ بلند اقبال وہ لوگ جن کو مرنے سے پہلے بشارت مل جائے۔ کہ میدانِ حشر میں وہ نورِ ایمان کی ردائیں پہنے ہُوئے ہیں اور بشارت اُس زبان سے ملے۔ جس کا ایک وصف خود خالق زبان نے یہ بتایا۔ کہ وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الّا وحیٌ یوحیٰ ۵

" یعنی زبان محمد رسُول اللہ کی ہوتی ہے۔ اور بات خُود اللہ کی ہوتی ہے۔"

اُوپر کی روائیت کو دیکھئے۔ کہ نبی کریمؐ کی زبانِ حق ترجمان امیر مُعاویہؓ کے متعلق میدان حشر میں نورِ ایمان کی بشارت اور ضمانت دے رہی ہے۔ مگر اُن لوگوں کو امیر مُعاویہؓ کے ایمان میں شک ہے۔ جو صرف ایمان کا لفظ کتابوں میں پڑھ لیا کرتے ہیں۔ ایمان کی حقیقت اور ایمان کی حلاوت سے دُور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا۔ مگر جب خُدا اور رسُول سے ٹھن گئی ہے۔ تو یہ بے چارے خُدا اور رسُول سے دُشمنی اور مخالفت نہ کریں۔ تو اور کیا کریں۔ آخر خُدا اور رسُول سے دُشمنی کا حق بھی تو ادا کرنا ہُوا ۔

۵ - عن سعید بن العاص ان معاویة اخذ الاداوة بعد ابی ھریرة یتبع رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم واشتکیٰ ابو ھریرة ھو یوصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم رفع رأسہٗ الیہ مرّة او مرّتین وھو یتوضأ فقال یا معاویة ان ولیت امرًا فاتق اللہ

سعید بن العاصؓ روائیت کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابُوہریرؓہ کے بعد حضرت امیر مُعاویہؓ نے پانی کا لوٹا پکڑا۔ اور حضورؐ کے پیچھے چلنے لگے۔ حضرت ابُوہریرؓہ نے شکائت کی۔ حضُورؐ وضو فرما رہے تھے۔ کہ اُس دَوران سر اُٹھا کر ایک یا

واعدل قال فما زلت اظن انی مبتلی بعمل بقول رسول اللہ حتی ابتلیت رواہ احمد وابویعلی ؂

دُو مرتبہ اُن کی طرف دیکھا آپ وصیت فرما رہے تھے۔ اور فرمایا اے مُعاویہ اگر تُم حاکم بنو تو اللہ سے ڈرنا۔ اور عدل کرنا۔ حضرت امیر مُعاویہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے ہمیشہ خیال رہتا۔ کہ حضورؐ کے فرمان کے مُطابق اُس فتنے میں ضرور مُبتلا ہو جاؤں گا۔

۶۔ ؏ عن مُعاویۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم توضؤ قال فلما توضؤ نظر الیّ فقال یامعاویۃ ان ولیت امرًا فاتق اللہ و اعدل ؂

حضرت امیر مُعاویہؓ فرماتے ہیں۔ کہ وضو کرتے ہُوئے حضورؐ نے میری طرف نگاہ کی۔ اور فرمایا اے مُعاویہ اگر تُو حاکم بن جلئے تو اللہ تعالےٰ سے ڈرنا۔ اور عَدل کرنا ؞

اِن دُو حدیثوں سے ظاہر ہے۔ کہ حُضورؐ نے حضرت امیر مُعاویہ رضؓ کی حکومت کی پیشگوئی فرمادی تھی۔ اور انبیاء کی پیشگوئی من جانب اللہ ہوتی ہے۔ اور دُرست ہوتی ہے۔

۷۔ ؏ عن عائشۃ رضؓ قالت لما کان یوم اُم حبیبۃ ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم دق الباب داق فقال النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم انظروا من ھٰذا قالوا مُعاویۃ قال ائذنوا۔ ودخل وعلیٰ اذنہٖ قلم یخط بہٖ۔ فقال ما ھٰذا القلم علیٰ اذنک یا مُعاویۃ

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں جس روز اُم حبیبہؓ کی باری تھی۔ تو کسی نے دروازے پر دستک دی حضورؐ نے فرمایا۔ دیکھو کون ہے۔ عرض کیا " مُعاویہ " ہے۔ فرمایا اُسے اجازت دے دو۔ چنانچہ مُعاویہ آئے کان پر قلم رکھا تھا۔

قال قلم اعددته لله ولرسوله فقال
جزاك الله عنا خيرًا والله ما
استكتبتك الا بوحی من الله عزّ
وجل كيف بك لو قمصك الله
قميصًا يعني الخلافة فقالت
يارسُول الله وانّ الله، امّ حبيبة
فجلست بين يديه فقالت يا
رسُول الله وان الله مقمص
اخی قميصا قال نعم وا لی
ان قالت قلت يارسول الله
ادع لهٗ فقال اللّٰهم اهده
بالهدی وجنبه الردیٰ اغفرله
فی الآخرة والاولیٰ ؕ

حضورؐ نے فرمایا۔ یہ کان پر قلم کیسا ہے۔ عرض کیا۔ میں اُس سے اللہ و و رسُول کے احکام لکھتا ہوں حضورؐ نے فرمایا۔ ہماری طرف سے تمہیں اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے۔ بخدا مَیں تو وہی لکھتا ہوں۔ جو اللہ تعالےٰ سے بذریعہ وحی نازل ہوتا ہے فرمایا اُس وقت کیا حالت ہوگی۔ جب اللہ تعالےٰ تمہیں قمیص پہنائے گا۔ یعنی خلافت دے گا۔ توامّ حبیبہؓ نے عرض کیا۔ یارسُول اللہ کیا میرے بھائی کو اللہ قمیص پہنائے گا۔ فرمایا۔ ہاں .....آپ فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ اِس کے لئے دُعا فرمایئے۔ فرمایا۔ اے اللہ اُسے ہدایت پر رکھ۔ ہلاکت سے بچا۔ اور دُنیا اور آخرت میں اُس کے گناہ بخش دے ؛

اس حدیث میں ایک تو امیر معاویہ کی خلافت کی پیشگوئی ہے۔ دوسری اُن کے حق میں حضورؐ کی دُعا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ جس کی دُعا کسی کو اہل بیت میں شامل کرنے کے لئے منظور ہو جاتی ہے۔ اُس کی دعاء کسی کو ہمیشہ ہدایت پر رکھنے اور اُس کے گناہ مُعاف کر دینے کے لئے ضروری منظور ہوئی ؛

۸۔ ؛ وعن عرباض بن ساریۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب ط

عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما۔ اور اُسے عذاب سے بچا۔ آمین۔ ثم آمین ؛

دُعا کا وُہ حصّہ جو دُنیا سے تعلّق رکھتا ہے۔ حساب و کتاب کا علم وُہ تو مشاہدے میں آیا۔ کہ منظور ہوگیا۔ لہٰذا وُہ حصّہ جو آخرت سے تعلق رکھتا ہے۔ اُس کے منظور ہونے میں کیسے شُبہ ہوسکتا ہے ؛

۹۔ ؛ عن مسلم بن مخلد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لمعاویۃ اللّٰھم علمہ الکتاب والحساب ومکن لہٗ فی البلاد وفی روایتہ و ایضًا وقہ سوء العذاب ط

مسلم بن مخلد سے روایت ہے۔ کہ حضور ؐ نے حضرت امیر مُعاویہ کے متعلق دُعا کی۔ اے اللہ اُس کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما۔ اور اُس کو حکومت دے۔ اور بُرے عذاب سے بچا ؛ آمین ؛

اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت امیر مُعاویہ صرف کاتب والوحی ہی نہیں تھے۔ اکاؤنٹینٹ بھی تھے۔ حساب بھی لکھتے تھے ؛

۱۰۔ ؛ وعن ابی الدّرداء قال ما رأیت احدا لعبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشبہ صلاۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدکم ھٰذا یعنی مُعاویۃ ط

"ابو درداء فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضور ؐ کے بعد حضور ؐ سے زیادہ سے زیادہ مشابہت رکھنے والی نماز پڑھانے والا امیر مُعاویہ کے سواء کوئی نہیں دیکھا۔"

۱۱- ؛ وعن عبد الله ابن عمران معاویة کان یکتب بین یدی رسول الله صلّی الله علیه وسلّم ط

عبد اللہ بن عُمر فرماتے ہیں۔ کہ امیر مُعاویہ حضورؐ کے سامنے بیٹھ کے لکھا کرتے تھے۔"

۱۲- ؛ وعن یزید بن اصم قال قال علیؓ قتلای وقتلیٰ معاویة فی الجنّة ط

" یزید بن عاصم کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضؓ نے فرمایا ہے۔ کہ میرے مقتول اور مُعاویہ کے مقتول دونوں جنّتی ہیں ؛

۱۳- ؛ وعن عوف بن مالك قال کنت قائلا فی کنیسة باریحا و معی یومئذ مسجد یصلی فیه قال فانتبه عوف بن مالك من نومه فاذا معهٗ فی البیت اسد یمشی الیه فقام فزعاً الیٰ سلاحهٗ فقال له الاسد مه انّما ارسلت الیك برسالة لتبلغها قلت من ارسلك قال الله ارسلنی الیك لتعلم معاویة انهٗ من اهل الجنّة قلت من معاویة قال معاویة بن ابی سفیان ط

" عوف بن مالک کہتے ہیں۔ میں اریحا کے ایک گرجا میں جوابؔ مسجد بن چکا تھا۔ ایک روز قیلولہ کر رہا تھا۔ کہ آپ اچانک گھبرا کے جاگے وہاں ایک شیر آیا۔ عوف نے ہتھیار لینے کا ارادہ کیا۔ شیر نے کہا رُک جائیے میں تو آپ کو ایک پیغام دینے آیا ہوں۔ عوف نے پوچھا۔ تجھے کس نے بھیجا۔ شیر نے کہا۔ اللہ نے بھیجا ہے۔ کہ اے عوف تو مُعاویہ کو کہدے۔ کہ تو جنتی ہے ۔ مَیں نے پُوچھا۔ کہ کون سا مُعاویہ ؟ کہا مُعاویہ بن ابی سُفیان ؛

؛ یہ تمام روایات مجمع الزوائد و منبع الفوائد للعلّامہ نور الدین الہیثمی ، ۹ : ۳۵۴ تا ۳۵۸ سے نقل کی گئی ہیں ؛

ان احادیث سے ظاہر ہے۔ کہ حضورؐ حضرت امیر مُعاویہ کو کبھی حکومت کی بشارت دے رہے ہیں۔ کبھی دُعا کر رہے ہیں۔ اور یار لوگ کہتے ہیں انہوں نے حکومت چھین لی۔ حضرت علی رضؓ کہتے ہیں۔ کہ میرے اور مُعاویہ کے مقتول جنتی ہیں۔ اور لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ کفر و اسلام کی جنگ تھی۔ حضورؐ دُعا فرما رہے ہیں۔ کہ مُعاویہ کو ہدایت پر رکھ اور اُسے کتاب و حساب کا علم دے۔ اور اُس کے گناہ مُعاف فرما۔ لوگ شبہ کرتے ہیں۔ کہ مُعاویہ کے حق میں دُعا بھلا کیسے قبول ہوتی ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ مُعاویہ جنتی ہے۔ لوگوں کو یہ بات ناپسند ہے۔ خدا جانے یہ بھولے بادشاہ حضورؐ کی مخالفت کرنے پر کیوں اُدھار کھائے بیٹھے ہیں ؛

(۳)

صلحائے امت اور امیر معاویہؓ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہونا ایسا وصف ہے۔ اور ایسی خوبی ہے کہ وصف نبوت کے بعد اُس سے بڑا کوئی وصف اور منصب نہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کے منصب کے لئے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو انتخاب فرمایا۔ اور حضورؐ کی زبان مبارک سے یاایھا النّاس اِنّی رسول اللہ الیکم جمیعًا ط کا اعلان کرایا۔ اور رحمۃً للعالمین کا خطاب دے کر رہتی دنیا تک کے لئے حضورؐ کو ہادی، مزکی اور مربّی مقرر فرمایا۔ حضورؐ کی ذات اقدس گویا واحد یونیورسٹی تھی۔ جس سے صحابیت کی ڈگری مل سکتی تھی۔ حضورؐ کے اس دُنیا سے پردہ فرمانے کے بعد نبوت کے بغیر تمام کمالات حاصل ہو سکتے ہیں۔ مگر صحابیت کا شرف قیامت تک کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

عام قاعدہ ہے۔ کہ کوئی اعلیٰ درجے کی یونیورسٹی یا کالج ہو۔ تو اس میں داخلہ کے لئے خاص طور پر ٹیسٹ لیا جاتا ہے۔ جب کہ عام کالجوں میں داخلہ کے لئے صرف یہ دیکھ لیا جاتا ہے۔ کہ پہلے درجے کا امتحان پاس کر لیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی درس گاہ اور تربیت گاہ کوئی عام درس گاہ نہیں تھی۔ بلکہ دنیا بھر میں واحد اور لاثانی تربیت تھی۔ اُس میں داخلہ کے لئے بھی ربّ العالمین نے ایک ٹیسٹ رکھا ہوا ہے۔ جس کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا۔ کہ :-

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ | یعنے یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کے دلوں

للتقوٰی ط (۴۹: ۳) | کو اللہ تعالےٰ نے جان لیا ہے۔

کہ اُن میں تقوےٰ کا وصف موجود ہے ؛

اور اُس ٹیسٹ کا نتیجہ سُنایا۔ کہ :۔

والزمھم کلمۃ التقوٰی وکانوا احق بھا واھلھا (۴۸: ۲۶) ؛	یعنے اللہ تعالےٰ نے اُن کے لئے تقوےٰ کا وصف لازم قرار دے کر

رکھا تھا۔ اور وُہ لوگ اُس کے سب سے زیادہ حقدار اور اہل تھے ؛

انسان تو ٹیسٹ لیتے ہیں۔ اور پرچہ جانچنے میں غلطی بھی کر جاتے ہیں۔ مگر علیمٌ بذات الصدور بھلا کب غلطی کر سکتا ہے۔ پھر بھی اُس ٹیسٹ کے بعد اُس نے تاکیداً یہ بھی اعلان فرما دیا۔ :

وَکَانَ اللہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ط	یعنے اللہ تعالےٰ نے اپنے کامل قدیم اور ازلی علم کے بعد اس بنا

پر اُن لوگوں کے قلوب کو جانچ کر اس قابل قرار دیا۔ کہ یہ لوگ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی درس گاہ اور تربیت گاہ میں داخلہ کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اور یہی اس شرف کے حقدار ہیں۔

کسی دانشور کو اللہ تعالےٰ کے پیپر مارکنگ کے معیار پر اعتراض ہو۔ کسی کو اللہ تعالےٰ کا فیصلہ پسند نہ آئے۔ تو اُس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ یہ تو ایسی بیماری ہے۔ کہ دنیا کے کسی بڑے سے بڑے دماغی ہسپتال میں بھی اُس کا علاج نہیں ہو سکتا ؛

صحابہؓ کے قلوب اُن کے یقین اور اُن کے ایمان کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے صحابہ کے ایمان کو پیمانہ قرار دے دیا۔ جس سے دوسروں کے ایمان کی پیمائش ہو سکتی ہے۔ فرمایا

فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا (۱۳۷:۲) ط

"یعنے اگر لوگ اس طرح ایمان لائیں۔ جیسے تم ایمان لائے ہو۔ تو وہ ہدایت کو پالیں گے"ط

واتہا بدونہا خرط القتاد ط

اور جہاں تک ظاہری اعمال کا تعلق ہے۔ اللہ تعالٰے نے والذین اتبعوا باحسان ط کا اعلان فرما کر پورے خلوص کے ساتھ صحابہ کی اتباع کو حصول رضا کا سبب اور انعامات الہٰی کے حصول کا واحد ذریعہ قرار دیا۔ جن لوگوں کو اللہ تعالٰے کے اس انتخاب اور اس فیصلہ پر یقین ہے۔ اُنہوں نے صحابہ کے مقام کو پہچانا۔ اور اُس کا اظہار بھی بڑے اہتمام سے کیا۔ چنانچہ

فتاویٰ الحدیثیہ ۲ ۱ ۲ ۲۹ میں ہے :- کہ

ان ابن المبارک وناہیك به امامة وعلما ومعرفة سئل ایما افضل معاویة ام عمر بن عبد العزیز فقال واللہ للغبار الذی دخل انف فرس معاویة مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر من مائة مثل عمر ابن عبد العزیز ط

" یعنے حضرت عبد اللہ بن مُبارک جن کی فضیلت کے لئے اُن کا امام ہونا، عالم ہونا اور صاحب معرفت ہونا کافی ہے۔ اُن سے پوچھا گیا۔ کہ حضرت امیر مُعاویہؓ افضل ہیں۔ یا عُمر بن عبد العزیز رح۔ فرمایا۔ خدا کی قسم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ رہ کر امیر مُعاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار راہ اٹکا۔ اُس کی شان بھی سینکڑوں عمر بن عبد العزیز سے بلند ہے۔"

مگر جو لوگ محمد رسول اللہ ؐ سے واقف نہیں ۔وُہ حضورؐ کے صحابہؓ کو کیونکر پہچانیں ۔ جن کی آنکھیں آفتاب عالمتاب کو نہ دیکھ سکیں ۔ وُہ ماہتاب کو کیا دیکھیں گی ۔

۲ ۔ اسی طرح غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح سے امیر معاویہؓ کے متعلق پُوچھا گیا ۔ تو فرمایا کہ اگر سڑک کے کنارے ننگے سر بیٹھا ہُوا ہوں ۔ اور حضرت امیر مُعاویہؓ اپنے گھوڑے پر سوار اُس راہ سے گزریں ۔ اور گھوڑے کے سموں سے غبار اُڑ کر میرے سر پر پڑے ۔ تو مَیں سمجھوں گا ۔ کہ مَیں جنتی ہوگیا ہوں ۔ "

(۴)
خال المؤمنین

حضرت امیر معاویہ رض کی ہمشیرہ حضرت اُم حبیبہ رض حضور اکرم کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی عورت کا ازدواجی رشتہ ہونا افرادِ امت کے ساتھ بھی ایک رشتہ قائم کر دیتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالےٰ ہے:۔

النبیُّ اولی بالمؤمنین من انفسہم وازواجہٗ امھاتھم ط (۶:۳۳)	"ایمان والوں کو اپنی جان سے زیادہ نبیؐ سے لگاؤ ہے۔ اور نبی کی بیویاں اہل ایمان کی مائیں ہیں۔"

جب نبیؐ کی بیوی اُم المؤمنین ہوئی۔ تو اُم المؤمنین کا بھائی خال المؤمنین ہوا۔ مگر اس رشتے کی قدر جاننے کیلئے اور اس رشتے کا شرف حاصل کرنے کے لئے مؤمن ہونا شرط ہے۔ جو ایمان کی دولت سے محروم ہو۔ اس کے لئے نہ وہ اُم المؤمنین اور نہ یہ خال المؤمنین ہے

شیعہ کتاب احتجاج طبرسی صفحہ نمبر ۹۲ پر لکھا ہے:۔

دروی ابوعبیدۃ قال کتب معاویۃ الی امیر المؤمنین علیہ السلام ان لی فضائل کثیرۃ کان ابی سیدًا فی الجاھلیۃ وصرت ملکا فی الاسلام وانا صھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم وخال المؤمنین	"ابو عبیدہ نے بیان کیا۔ کہ حضرت امیر معاویہ نے حضرت علی کو خط لکھا۔ کہ میں بہت فضائل کا مالک ہوں۔ میرے والد زمانۂ جاہلیت کا میں سردار تھے۔ اور میں زمانۂ اسلام میں سردار ہوں۔ اور میں زوجۂ رسول

وكاتب الوحي ط	کا بھائی ہوں۔ اور خال المؤمنین ہوں۔ اور میں کاتب وحی ہوں۔"

احتجاج طبرسی کے حاشیہ پر اُس کا محشی لکھتا ہے :۔

يقولون معاوية خال المؤمنين لان صفية زوجة الرّسول بنت ابي سفيان و هي ام المؤمنين بناء على ان ازواج النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم كلهن امّهات المؤمنين فيجنئذٍ يكون معاوية خال المؤمنين ط	" یعنے امیر معاویہؓ کو خال المؤمنین اس وجہ سے کہتے ہیں۔ کہ صفیہ بنت ابی سفیان زوجۂ رسول تھیں۔ اور ازواج النبیؐ تمام کی تمام اُمہات المؤمنین ہیں۔ لہٰذا امیر معاویہ کو خال المؤمنین کہتے ہیں۔"

محشی نے اُم حبیبہؓ کی جگہ صفیہؓ لکھ دیا ہے۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جس گھر کے ساتھ کسی کے روابط نہ ہوں۔ اُس گھر کے افراد سے واقفیت نہیں ہو سکتی۔ اُن بے چاروں کو بیت رسول سے جب کوئی تعلق اور رشتہ نہیں۔ تو اہل بیت رسول سے واقفیت پھر کیونکر ہو سکتی ہے۔ چلو کچھ سُنی سُنائی تو بیان کر ہی دی ؀

(۵)
کاتبُ الوحی

آسمانی یا الہامی مذہب کا تعارف آسمانی کتاب سے ہوتا ہے ۔ اور الہامی مذہب کی صحت بقا اور اشاعت کا انحصار آسمانی کتاب کی حفاظت اور بقا پر ہے ۔ غالبًا اسی بنا پر رب العالمین نے دین حق کی صحت حفاظت اور بقاء کی ضمانت دیتے ہوئے آسمانی کتاب کے متعلق فرمایا ۔ کہ :۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون ۝

" یعنے یہ کتاب ہدایت، قرآن ہم نے نازل کیا ۔ اور ہم ہی اُس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں ؎

حفاظت کا تعلق تین مرحلوں سے ہے ۔ پہلا مرحلہ یہ ہے ۔ کہ جس فرشتے کے ذریعے کلام باری نازل کیا جائے ۔ وُہ امین ہو ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اِس فرشتے کو رُوح الامین کا لقب عطا فرمایا ۔

حفاظت کا دُوسرا مرحلہ یہ ہے ۔ کہ جس پر نازل ہوا ۔ وُہ امین بھی ہو ۔ اور اُسے یاد بھی رکھے ۔ تو اس سلسلہ میں اُس کی امانت کا یہ عالم تھا ۔ کہ اس کے خون کے پیاسوں نے آتش ہائے کر کرکے اُسے امین کے نام سے پکارنا شرُوع کر دیا تھا ۔ اور جہاں تک اُسے یاد رکھنے کا تعلق ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ضمانت دے دی ۔ کہ

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى ۝

حفاظت کا تیسرا مرحلہ یہ ہے ۔ کہ بندوں تک پہنچانے والا امین ہو ۔ تو پہنچانے کے دو ذریعے ہیں ۔ ایک وقتی ، اور ایک دائمی ۔ وقتی یہ کہ زبانی

تلاوت کرکے اُس کی آیات جُوں کی توں سُنا دی جائیں ۔ تو یہ کام نبی کریمؐ نے بذاتِ خود کیا ۔ اور صحابہؓ کو اُس کا حکم دیا ۔

دائمی یہ کہ اُس کی کتابت کا انتظام کیا ۔ ظاہر ہے ۔ کہ کتابت کے فریضہ کو ادا کرنے کے لئے جن لوگوں کا انتخاب خود حضورؐ نے کیا ۔ اُن کی امانت میں شُبہ وُہی کرسکتا ہے ۔ جسے خود رسُول کریمؐ کی امانت میں شُبہ ہو ۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے ۔ کہ نبی کریمؐ ایک شخص کو امین قرار دے کر ایک کام اُسے سونپیں ۔ اور نبی کریمؐ پر ایمان کا دعوٰے کرنے والا خواہ تقیہ سے ہی ہو کہے کہ وہ امین نہیں ۔ مگر یہاں یہ دونوں نمونے ملتے ہیں ؛

۱ ۔ شیعہ کتاب احتجاج طبرسی صفحہ نمبر ۹۲ سے امین الامت حضرت ابو عبیدہ کی روایت نقل کی جا چکی ہے ۔ کہ امیر مُعاویہ کاتب الوحی تھے ؛

۲ ۔ معانی الاخبار شیخ صدوق صفحہ نمبر ۳۴۶ طبع جدید مطبع حیدری تہران اس عنوان سے ایک پُورا باب ہے ۔ کہ

" استعانة النبیّ بمُعاویة فی کتابت الوحی "

۳ ۔ انوارِ نعمانیہ ۔ شیعہ محدث نعمت اللہ الجزائری صفحہ نمبر ۲۴۷ پر ہے

وکذالك جعل معاویة من الکتاب قبل موته بستة اشھر لمثل ھذہ المصلحة وایضاً عثمان واضرابه ما کانوا یحضرون الا فی المسجد مع جماعة النّاس فما یکتبون الا ما نزل به جبرائیل بین الملاء	" اسی طرح امیر مُعاویہ کو نبی کریمؐ نے اپنی وفات سے چھ ماہ پہلے اس مصلحت کی بنا پر کاتبِ وحی مقرر فرمایا ۔ اور حضرت عثمانؓ اور اُن کے مثل کاتبِ وحی مقرر فرمائے جو مسجد نبویؐ میں حاضر ہوکر وُہی قرآن لکھتے تھے ۔ جو ظاہر باہر نازل ہوتا تھا ۔ "

یہاں شیعہ محدّث کو دُو۲ باتوں کا اعتراف ہے :-

۱-: یہ کہ حضورؐ اکرم صلےّ اللہ علیہ وسلّم نے حضرت امیر مُعاویہ کو کاتب وحی مُقرر فرمایا ؛

۲-: یہ کہ امیر مُعاویہ کی دیانت وامانت میں کوئی شُبہ نہیں۔ وُہ وُہی قرآن لکھتے۔ جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوتا تھا ؛

۴-: تنقیح المقال فی احوال الرجال ۔ معرُوف بہ رجال مامقانی صفحہ ۲۲۲ پر ہے :- (یہ کتاب شیعہ کے نزدیک اسماء رجال میں لاثانی ہے)

فهو معاوية بن ابی سفيان اسمه صخر ابن حرب بن اميّة بن عبد شمس بن عبد مناف يكنی اباعبد الرحمٰن القرشی الاموی كاتب رسول الله ولی الخلافة حين سلم الامر اليه الحسن بن علی وصالحه وذالك فی شهر ربيع الأخر او جمادی الاولی سنة احدی واربعين ومات يوم الخميس ثمان بقين من رجب سنة ستين وهو ابن ثمان وسبعين سنة ھ

”یہ مُعاویہ بن ابی سفیان ہیں اُن کا نام صخر بن حرب بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے کنیت اُبو عبدالرحمٰن ہے قریشی اموی کاتب رسُول اللہ ہیں۔ جب حضرت حسن نے اُن سے صلح کر لی۔ اور خلافت اُن کے حوالہ کی۔ تو یہ والی خلافت بنے۔ یہ صلح ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں ہوئی۔ اور حضرت امیر مُعاویہ کی وفات ۲۲ رجب ۶۰ھ میں بعمر ۷۸ برس ہُوئی ؛

یعنی شیعہ فن رجال کے ماہر علامہ مامقانی نے یہ تسلیم کیا ہے۔ کہ حضوُر اکرم صلےّ اللہ علیہ وسلّم نے امیر مُعاویہ کو کاتب الوحی مقرر فرمایا۔ اور ظاہر

ہے۔ کہ یہ انتخاب حضورؐ نے بحکم خداوندی ہی فرمایا تھا ؛

خدا و رسُول کے اِس انتخاب سے ناراض ہوکر شیعہ حضرات نے جو اس حقیقت کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے اُس کے چند نمونے بھی ملاحظہ ہوں :-

۱- : فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب صفحہ نمبر ۷، طبع قدیم ایران۔ از علامہ نوری طبرسی :-

واما معاویة نعدہ جماعة من مخالفینا من کتاب الوحی مع ان الجمھور قالوا انہ اسلم بعد فتح مکة وقیل وفات النبی بستة اشھر تخمینا قال فی الطرائف فکیف تقبل العقول ان یوثق فی کتابت الوحی بمعاویة مع قرب عھدہ بالکفر وقصورہ فی الاسلام حیث دخل فیہ و فی صراط المستقیم انہ کان یکنی عن نفسہ کاتب الوحی وفی احقاق الحق ان کان کاتب الصدقات ؕ

" رہا معاویہؓ کا معاملہ تو ہمارے مخالفین نے اُسے کاتب الوحی شمار کیا ہے۔ حالانکہ جمہور نے لکھا ہے۔ کہ معاویہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہُوا۔ جو حضورؐ کی وفات سے قریبًا چھ ماہ پہلے بنتا ہے۔ اور کتاب طراف میں لکھا ہے۔ کہ یہ بات خلافِ عقل ہے۔ کہ کتابت وحی میں معاویہ پر بھروسہ کیا جائے۔ جب کہ وُہ تازہ تازہ کُفر سے نکل کر اسلام میں داخل ہُوا۔ اور اُس کا اسلام بھی ناقص تھا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اُس نے خُود اپنے لئے کاتب الوحی کی کنیت استعمال کی تھی۔ اور نورُاللہ شوستری نے احقاق الحق میں لکھا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ صرف صدقات کا کاتب تھا ؛

پھر اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۸۷ پر لکھتا ہے :- کہ

وان حنظلۃ بن الربیع ومعاویۃ بن ابی سُفیان کانا یکتبان لہٗ الی ملوک القبائل ۃ	"اور حنظلہ بن الربیع اور مُعاویہ بن ابی سُفیان نبی کریمؐ کے کاتب تھے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قبائل کے اُمراء کو خطوط لکھا کرتے تھے۔"

علامہ طبرسی نے اُس بیان میں کئی نکات بیان کر دیئے ہیں۔ مثلاً :-

۱- "ہمارے مخالفین نے امیر مُعاویہ کو کاتب الوحی شمار کیا ہے" گذشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ

(الف) شیعہ مذہب کے سُتون شیخ صدوق نے اپنی کتاب معانی الاخبار میں بیان کیا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے امیر مُعاویہ کو کاتب الوحی مقرر کیا ؛

(ب) شیعہ محدّث الجزائری نے اپنی مایۂ ناز تصنیف انوارِ نعمانیہ میں بیان کیا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے امیر مُعاویہ کو کاتب الوحی بنایا۔ اور آپ وُہی قرآن لکھتے تھے۔ جو جبرئیل امین اللہ تعالےٰ کی طرف سے لے کر آتے تھے ؛

(ج) شیعہ ماہر فن رجال علامہ ماحقانی نے اپنی مشہور کتاب تنقیح المقال میں لکھا ہے۔ کہ امیر مُعاویہ کاتب وحی تھے ؛

ان تینوں بیانات کا حاصل یہ ہُوا۔ کہ شیخ صدوق، سید نعمت اللہ الجزائری اور علامہ ماحقانی نے امیر مُعاویہ کو کاتب الوحی شمار کیا۔ اور اعتراف کیا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود انہیں کاتب الوحی مُقرر فرمایا۔

اور یہ مُسلمہ عقیدہ ہے۔ کہ حضورؐ صلّے اللہ علیہ وسلّم نے لازماً یہ انتخاب اللہ کے حکم سے فرمایا تھا۔ لہٰذا ثابت ہؤا۔ کہ علاّمہ طبرسی کے نزدیک یہ تینوں شیعہ عالم شیعوں کے مخالف ہیں۔ اور اللہ اور اُس کا رسُول بھی شیعوں کے مخالف ہیں۔ یعنی علاّمہ طبرسی اپنے اُن تینوں علماء کو بھی اور خدا اور رسُول کو بھی اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ ع

یہ کام اُن کا ہے جن کے حوصلے ہیں زیاد !

۲-: علاّمہ طبرسی نے صاحب الطرائف کی آڑ لے کر کہا ہے۔ کہ" امیر مُعاویہ پر بھروسہ کرنا خلاف عقل ہے۔"

سوال یہ ہے۔ کہ بھروسہ کس نے کیا۔ جس نے انتخاب کیا۔ وُہ تو اللہ کا رسُول" صلّے اللہ علیہ وسلّم ہے" اور جس کے حکم سے یہ انتخاب کیا۔ وُہ ربّ العالمین اور علیم بذات الصدور ہے۔ آپ کی عقل کو میاں کون پُوچھتا ہے۔ اگر عقل ہو۔ بلکہ عقل کی تہمت بھی ہو۔ تو یہ بات زبان وقلم سے نہیں نکل سکتی۔ جب خُدا نے بھروسہ کرلیا۔ اور خدا کے رسُول نے بھروسہ کرلیا۔ تو آپ کی عقل سَر پیٹتی رہے۔ تو اُس سے کیا بنتا ہے۔"

۳-: نورُاللہ شوستری نے لکھا۔ کہ صرف صدقات کے کاتب تھے۔" خدا کا رسُول امیر مُعاویہ کو کاتبؔ الوحی مقرر کرے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ بحکم الٰہی کرے۔ اور نورُاللہ شوستری کہے۔ کہ نہیں۔ خُدا اور رسُول کو چھوڑو میری بات مانو۔ اب یہ صرف علاّمہ طبرسی ہی کا حوصلہ ہے۔ کہ خُدا اور رسُول کی بات کے مقابلے میں شوستری صاحب کی بات کو زیادہ وزن دے کیونکہ جس کے دل میں ایمان کی ذرا رمق بھی ہو۔ وُہ خدا و رسُول کے انتخاب کے مُقابلے میں کسی کی بات کو پرِکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں

دینا۔

میاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ شوستری نے کس سند کی بنا پر یہ لکھا ہے۔ کہ حضرت امیر مُعاویہ کاتب صدقات تھے۔ یہ وضاحت نہیں فرمائی۔ کہ جس ماخذ سے شوستری نے یہ حاصل کیا۔ وہاں یہ قید بھی مذکور ہے۔ کہ جز دار صدقات کے علاوہ کچھ نہ لکھنا ؛

۴۔ : اگلے صفحہ پر علامہ طبرسی فرماتے ہیں۔ کہ حضُور صلّے اللہ علیہ وسلّم نے حضرت امیر مُعاویہ کو قبائل کے سرداروں کی طرف خطوط لکھنے پر مقرر کیا تھا ؛

پہلا سوال تو یہ ہے۔ کہ کتابتِ وحی، کتابتِ صدقات اور کتابتِ الیٰ رؤساء قبائل میں تناقض ہے۔ یا تقابل ایجاب سلب کا ہے ؛

دُوسرا سوال یہ ہے۔ کہ یہ بات خلاف عقل کیوں نہیں۔ کہ مختلف قبائل سے خط وکتابت کرنے میں امیر مُعاویہ پر اعتماد کرلیا جائے۔ اس مُعاملے میں عقل سے کیوں کام نہیں لیا گیا۔

تیسرا سوال یہ ہے۔ کہ اس امر کی تصریح کہاں ہے۔ کہ جو آدمی قبائل کے سرداروں کے ساتھ خط وکتابت کرے۔ اُس کے لئے کچھ اور لکھنا حرام ہے ؛

اور آخری سوال یہ ہے۔ کہ حضُور صلّے اللہ علیہ وسلّم نے امیر مُعاویہ کو اس کام کے لئے انتخاب کرتے وقت آپ کی عقل سے "مشورہ" کیوں نہ لیا۔ ہوسکتا ہے۔ اُس وقت کوئی ایسا نابغۂ روزگار یا عقل کا منصۂ شہود پر نہ آیا ہو۔ اور معاذاللہ خُدا سے چوک ہوگئی۔ کہ علامہ طبرسی کو بہت دیر بعد پیدا کیا۔ تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ امیر مُعاویہ قریبًا تین برس حضُور صلّے اللہ علیہ وسلّم کے زیر تربیت رہے۔ اور حضُور صلّے اللہ علیہ وسلّم کو ایک نگاہ دیکھنے والا اور ایک لمحہ حضُور صلّے اللہ علیہ وسلّم کی صُحبت

میں رہنے والا تو دُنیا بھر کے اولیاء اور علماء سے افضل ہو۔ اور تین ۳ برس پاس رہنے والے کو حضورؐ کی تربیت اس قابل نہ بنا سکے۔ کہ اُس پر اعتماد کیا جائے ؟

دوسری حیرت کی بات یہ ہے۔ کہ امیر مُعاویہ پر بھروسہ کرنا تو خلاف عقل ہو۔ مگر امام کا ماں کے پیٹ میں ہی قرآن، توریت، انجیل، زبور یاد کر کے پیدا ہونا عین عقل کے مطابق ہو۔ پھر امیر مُعاویہ کا کاتب آلوحی ہونا تو خلاف عقل ہو۔ مگر امام کا ماں کی دائیں ران سے پیدا ہونا۔ اور ناف بریدہ پیدا ہونا عقل کے عین مطابق ہو۔ کیا کہنا اس عقل کا۔ اور کیا کہنا اُس عقل کو معیار سمجھنے والوں کا۔ ع

جو بات کی خُدا کی قسم لاجواب کی

۲-۲ معانی الاخبار۔ شیخ صدوق صفحہ نمبر ۳۴۶ پر ہے۔ کہ

قال ابوحمزۃ الثمالی سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول قال رسول رسول اللہ علیہ وسلم و معاویۃ یکتب بین یدیہ واھوی بیدہ الی خاسرتہ بالسیف من ادرک رجل منّن سمع ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومًا وھو یخطب بالشام علی الناس ؎

"ابُوحمزہ ثمالی کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر سے سُنا وُہ فرماتے تھے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کہ امیر مُعاویہ، حضورؐ کے سامنے بیٹھے کتابتِ وحی کر رہے تھے۔ اور آپ نے اُن کے پیٹ کی طرف تلوار کر کے اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ جو شخص امیر مُعاویہ کو امارت کے منصب پر دیکھے۔ وُہ اُس کا پیٹ چاک کر دے۔ چنانچہ یہ کلام سُننے والوں میں سے ایک شخص نے امیر مُعاویہ کو شام میں خطبہ دیتے

دیکھا۔ تو اُس نے اُنہیں قتل کرنے کے لئے تلوار اُٹھائی۔"
لوگوں نے اُسے کہا۔ کہ

اتدری من استعمله قال لا قالوا امیرالمومنین۔ فقال الرجل سمعًا وطاعة لامیرالمومنین ؏	"لوگوں نے اُس سے پُوچھا۔ جانتے ہو۔ اُن کو کس نے گورنر مقرر کیا ہے کہا نہیں۔ لوگوں نے کہا۔ اُن کو عمر فاروق نے امیر شام مقرر کیا ہے۔

تو وُہ شخص کہنے لگا۔ کہ امیرالمؤمنین کے سامنے میں سراپا سمع و طاعت ہوں یعنے میں نے سُن لیا۔ اور قبول کیا۔"

اس روایت سے کچھ اُمور کی وضاحت ہُوئی۔ اور کچھ معمّے تیار ہوئے:۔

۱۔: شیخ صدوق نے بروایت امام جعفر بیان کیا۔ اور تسلیم کیا۔ کہ حضورؐ کے سامنے امیر مُعاویہ کتابتِ وحی کر رہے تھے؛

۲۔: امیر مُعاویہ کا امیرالمؤمنین بننا خُدائی فیصلہ کے مُطابق مُقدر ہو چکا تھا؛

۳۔: نبی کریم صلّے اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالےٰ نے بتا دیا تھا۔ کہ میں امیر مُعاویہ کو حکومت دوُں گا؛

۴۔: حضورؐ نے یہ حقیقت صحابہ پر واضح کر دی؛

یہ تو حقائق تھے۔ اب معمّے دیکھئے:۔

۱۔: حضوُر صلّے اللہ علیہ وسلّم نے امیر مُعاویہ کے پیٹ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ جو اُسے امارت کے عہدے پر دیکھے۔ وُہ اُس کا پیٹ چاک کردے؛

سوچنے کی بات یہ ہے۔ کہ ایسا کیوں کرے؟ کیا امیر مُعاویہ کا امیر والی

بننا مناسب نہیں ؟ اگر ایسا ہے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کا فیصلہ غلط ہے ؟
کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے راضی نہیں تھے۔ کہ
جب یہ امیر نہیں۔ انہیں قتل کر دیا جائے ؟
اگر ایسی بات ہے۔ تو اُس کا آسان طریقہ کیا یہ نہیں تھا۔ کہ حضورؐ اپنے
سامنے اُن کو قتل کرا دیتے ؟ حضورؐ کے پاس اختیار بھی تھا۔ اور اقتدار
بھی تھا۔ تو آپ نے کیوں نہ خود قتل کرا دیا ؟
۲-: حضورؐ کا یہ فرمان سُننے والوں میں سے ایک شخص نے یہ منظر دیکھ لیا۔ مگر
اُس نے حضورؐ کے حکم کی تعمیل کیوں نہ کی ؟
یہ سُن کر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضؓ نے اُنہیں امیر مقرر کیا ہے اُس
نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ تو کیا کسی صحابی کے متعلق یہ تصور کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے حکم کو ٹال دے۔ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کے
فیصلے کے سامنے سراپا تسلیم بن جائے ؟ معلوم ہوتا ہے۔ روایت گھڑنے میں
احتیاط نہیں کی گئی۔ اگر یہ مان لیا۔ تو اُس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے ؟ کیا لوگ
عمر فاروق رضؓ سے اتنے ڈرتے تھے۔ کہ خدا و رسول کے حکم کو پس پُشت
ڈال دیا کرتے تھے ؟
ممکن ہے۔ کہ شیعہ حضرات یہ کہیں۔ کہ جب حضرت علی رضؓ جیسے شیرِ خدا
کا یہ عالم تھا۔ کہ حضرت عمر فاروق رضؓ کے سامنے دم نہ مار سکتے تھے۔ وہ دیکھتے رہے
کہ خدا و رسول کا فیصلہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ اور عمر فاروق رضؓ نے حضرت
علی رضؓ کو خلافت کے قریب بھی نہ آنے دیا۔ تو دوسرے لوگوں کے متعلق
بھلا کیوں تعجب ہو کہ وہ حضرت عمر فاروق رضؓ کے ڈر سے خدا و رسول کو
ناراض کر لینا بھی گوارا کر لیتے تھے ؟

۳- : معانی الاخبار میں شیخ صدوق نے کتابت وحی کے ضمن میں لکھا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ حالانکہ وُہ کاتبِ الوحی تھا۔ تو حضور کے اُس حکم کی تعمیل کی گئی۔ اور اُسے قتل کر دیا گیا۔ تو اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ امیر معاویہ کے کے بارے حضور کے حکم کی تعمیل کے لئے کوئی شخص تیار نہ ہُوا ؟

۴- : "شیخ صدوق اس ضمن میں لکھتا ہے۔ کہ کاتبِ الوحی ہونا کوئی کمال یا فضیلت نہیں۔ اگر یہ بات ہوتی۔ تو عبداللہ مذکور کاتبِ وحی نہ ہوتا۔"
اپنی اپنی سمجھ کی بات ہے۔ حضور کے اسی حکم سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ کاتبِ الوحی ہونا بڑی فضیلت اور بڑا کمال ہے۔ کیونکہ کاتبِ الوحی تو خدا اور رسُول کے درمیان سفارت کا فریضہ انجام دیتا ہے لہٰذا ایمان اور امانت میں اُس کا قابلِ اعتماد اور صاحبِ کمال ہونا ضروری ہے۔ اگر اُس میں یہ وصف نہیں۔ تو وُہ کتابت تو کیا زندہ رہنے کا حقدار بھی نہیں رہتا۔ اِس لئے جب عبداللہ مذکور کافر ہو گیا۔ تو حضور نے نہ صرف کتابتِ وحیٔ سے معزول کر دیا بلکہ اُسے قتل کر دینے کا حکم دیدیا۔ اور حضور کا یہی فیصلہ امر کا ثبوت ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کامل الایمان اور کامل الدیانت تھے۔ اسی لئے حضور نے آخر وقت تک اُنہیں کاتبِ الوحی کے منصب پر قائم رکھا ۔

(۶)
کیا غیر مومن کاتب الوحی ہو سکتا ہے

حضرت امیر معاویہ کا کاتب الوحی ہونا ایک تاریخی حقیقت ہے۔ پھر بھی اگر ہٹ دھرمی کرتے ہوئے۔ یہ کہا جائے۔ کہ با ایں ہمہ وُہ مومن نہیں تھے۔ تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا اتنی بڑی دینی ذمہ داری کسی غیر مومن کو بھی سونپی جا سکتی ہے۔ اس سلسلے میں قرآن کریم سے کچھ راہ نمائی ملتی ہے:۔

انما المشرکون نجس فلا یقربو المسجد الحرام بعد عامھم ھٰذا ۵ | "حقیقت صرف اتنی ہے کہ مشرک ناپاک ہیں۔ سو اس سال کے بعد وُہ مسجد الحرام کے قریب بھی نہ آئیں"

یہ آیت ۹ھ میں نازل ہوئی۔ اور ۶ھ میں نبی کریم ؐ نے ہرقل ادم کو جو خط لکھا تھا۔ اُس میں آیت قرآنی یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة الخ درج تھی۔ یہ واقعہ آیت مذکورہ کے قریباً تین برس پہلے کا ہے۔ لہذا اُس اس وقت مشرک یا کافر انجس العین ہونا متعین نہیں ہوا تھا۔ پھر یہ مکتوب پُورے کا پُورا قرآنی عبارت نہیں تھی۔ لہذا ہرقل روم کا اُس خط کو ہاتھ لگانا اس آیت سے معارض نہ ہوگا۔

نجاست دو قسم کی ہے۔ (۱) ظاہری نجاست (۲) باطنی نجاست۔
ظاہری نجاست دھونے سے دُور ہو جاتی ہے۔ مگر باطنی نجاست پانی سے دُور نہیں ہوتی۔

شیخ مقداد شیعہ مفسر کی تفسیر کنز العرفان ۱: ۴۷ پر ہے۔ کہ

فلو غسلوا ابدانھم سبعین مرة | "اگر کفار اپنے جسم ستر بار دھوئیں

لم يزيدوا الا نجاسة ٥	پلیدی میں اضافہ ہی ہوگا ،،

یعنے باطنی نجاست چونکہ اعتقادی ہے اس لئے وہ ایمان کے بغیر دور نہیں ہوتی ؛

شیخ مقداد نے اس نجاست کے متعلق ایک قاعدہ بیان کیا۔ کہ "حمل مشتق کی علت قیام مبدا کا ہوتا ہے۔ جیسے سارق تب کہا جائے گا۔ جب سرقہ اس کے ساتھ قائم ہوگا۔ اسی طرح مشرک کافر یا منافق تب ہوگا۔ جب اس میں شرک، کفر یا نفاق پایا جائے۔ تو اسی صفحہ پر لکھا۔ کہ :-

واعلم ان تعليق الحكم على المشتق يدل على ان المشتق منه علة الحكم كقولك اكرم العلماء اى لعلمهم ٥	"خوب جان لو۔ کہ حمل کرنا حکم کا مشتق اس پر دال ہوتا ہے۔ کہ اس حکم کی علت مشتق منہ یعنے مصدر ہے۔ جیسا کہا جائے۔ علماء کی عزت

کر۔ تو اس اکرام کی علت عالم کا علم ہے۔"

علماء شیعہ تو اس پر متفق ہیں۔ کہ کافر نجس العین ہے۔ جیسے کتا اور خنزیر وغیرہ۔ چنانچہ کنز العرفان (ج ۱ ص ۴۶) طبع ایران :-

ان المشركين انجاس بنجاسة عينية لا حكمية وهو مذهب اصحابنا وروايات اهل البيت عليهم السلام واجماعهم على نجاستهم مشهورة ٥	"مشرکین نجس العین ہیں۔ ان کی نجاست عینی ہے۔ حکمی نہیں۔ یہی مذہب ہے۔ علماء شیعہ کا اہل بیت کی روایات اور ان کا اجماع اس نجاست پر مشہور ہے۔"

پھر صفحہ نمبر ۴۹ پر لکھتے ہیں۔ کہ :-

انه لا فرق بينهم وبين الكفار	"اور مشرک اور کافر میں کوئی فرق

عندنا فی جمیع ما تقدم للاجماع فان کل من قال بنجاستہم عینا قال بنجاسۃ کل کافر "	نہیں۔ جیسا کہ گزر چکا۔ اُس پر اجماع ہے۔ کہ جس نے مشرکین کو نجس العین کہا۔ اُس نے تمام کفّار کو نجس العین کہا۔"

اُس کے ساتھ ہی شیخ مقداد نے اُس کی تائید میں حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی پیش کیا :۔

قال ابن عباس ان اعیانھم نجسۃ کالکلاب والخنزیر ۃ	یعنے کافر، کُتّا اور خنزیر کی طرح نجس العین ہے ؛

جب مُشرک اور کافر کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع فرمایا گیا۔ تو اُسے قرآن کے لکھنے کی اجازت کیونکر ہوسکتی ہے۔ محمد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تو جو کچھ کرتے۔ بحکم خدا کرتے تھے۔ اس گئے گزرے زمانہ میں نام کے مسلمان بھی یہ گوارا نہیں کرسکتے۔ کہ قرآن کی کتابت کسی کافر سے کرائیں۔ تعجب ہے۔ کہ لوگ یہ بات کیونکر کہہ دیتے۔ اور سُن لیتے ہیں۔ کہ اللہ کے آخری رسُول نے اللہ کی کتاب کی کتابت کے لئے ایک کافر کو مقرر کر رکھا تھا۔ کیا یہ لوگ دینی غیرت کے اعتبار سے رسُول کریم صلّے اللہ علیہ وسلّم کو اپنے آپ سے بھی کم سمجھتے ہیں ؟

بریں عقل و دانش بباید گریست

شیعہ مُفسر فتح اللہ کاشانی نے اپنی تفسیر منہج الصادقین میں زیر آیت " لا یمسّہٗ الّا المطھّرون " لکھا ہے ؛

" معنی اینکہ مس قرآن نکنند الا کسان کہ پاک باشند از شرک "

" یعنی قرآن کو وہ آدمی ہاتھ لگائے۔ جو شرک سے پاک ہو۔ "

پھر آیت ہے :-

فی صحفٍ مکرّمۃٍ مرفوعۃٍ بایدی سفرۃٍ کرامٍ بررۃ

المراد بھم الملآئکۃ الکرام الکاتبون، والانبیآء، اوکتبۃ الوحی وکذا کتبۃ الوحی وعلمآء الامۃ فان کلا منھم سفیر بین الرّسول والامۃ ؛

"آیت سے مُراد ملائکہ ہیں۔ جو بزرگ کاتب ہیں - اور حضرات انبیاء علیہم السّلام ہیں۔ اور کاتبِ وحی ہیں۔ اسی طرح مراد کاتبِ وحی اور علماءِ اُمت ہیں - کیونکہ یہ سب رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم اور اُمّت کے درمیان سفیر ہیں۔"

اور شیعہ مفسر ابوعلی طبرسی اپنی تفسیر مجمع البیان میں لکھتے ہیں :-

عن الصّادق علیہ السّلام المراد حافظ القران العامل بہ مع سفرۃٍ کرامٍ بررۃٍ ؕ

" امام جعفر نے فرمایا - کہ مُراد وُہ حافظ قرآن ہیں - جو عامل قرآن بھی ہیں - اور تفسیر منہج الصادقین ۱۹ : ۱۶۵ "

حضرت صادق فرمود کہ مراد حافظانِ قرآن اند و حاملانِ قرآن و نزد بعض اصحاب رسُول اند -

" یعنی امام جعفر نے فرمایا - کہ مُراد حافظانِ قرآن و عاملانِ قرآن بھی ہیں اور بعض نے تو اُس سے مُراد ہی اصحاب رسُول لی ہے -"

اُن تمام روایات اور تفاسیر سے ثابت ہوا - کہ

۱- حضرت امیر مُعاویہ کو نبی کریم ؐ نے کاتبِ الوحی مقرر فرمایا - جو مُسلّم فریقین ہے ؛

۲- ظاہر ہے - کہ حضورؐ کے فیصلے حکمِ الٰہی کے تحت ہوتے ہیں - اور امیر مُعاویہ

کا یہ انتخاب اور تقرر مِنْ جَانِبِ اللہ تھا ؛

۳۔ کاتبِ الوحی، اللہ کے رسول اور اُمت کے درمیان سفیر ہوتا ہے ؛

۴۔ سفیر ہمیشہ قابلِ اعتماد، امین اور صالح ہوتا ہے ؛

۵۔ غیر مومن اور خائن ہرگز کاتبِ الوحی نہیں ہوسکتا ؛

لہٰذا امیر معاویہ کامل الایمان، اعلیٰ درجے کے امین اور نہایت نیک اور قابلِ اعتماد صحابی رسول تھے۔

۶۔ ان حقائق کو تسلیم نہ کرنا، اللہ، رسول، آئمہ، علمائے اُمت اور اجماعِ اُمت کی مخالفت ہے۔ اب جس کا جی چاہے یہ بوجھ اُٹھالے ؛

(۷)

امیر معاویہ رضؓ اور خاندانِ نبوت سے حسنِ سلوک

امیر معاویہ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسین رضؓ کے ساتھ اُس حُسن سلوک کا مظاہرہ کیا۔ جس کی نظیر باید و شاید۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:۔

۱:۔ طبری ۶؍۹۲ :

وقد كان صالح الحسن معاوية على ان جعل له ما في بيت ماله فاخذ ما في بيت ماله بالكوفة وكان فيه خمسة آلاف الف ۞	"حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے اس شرط پر صلح کی۔ کہ وہ اُنہیں وہ سارا مال دے دیں۔ جو بیت المال سے لیا۔ اُس کی مقدار پچاس ۵۰ لاکھ تھی ۞

۲:۔ ناسخ التواریخ ۶؍۸۰۔ میں حضرت حسین رضؓ کے ساتھ مُروّت کا بیان کرتا ہے :

"مُقرر داشت کو ہر سال ہزار ہزار درہم از بیت المال بہ حضرت او برند و بیرون ایں مبلغ ہموارہ خدمتش را بہ عروض و جوائز متکاثرہ متواتر میداشت"

"امیر معاویہ کا معمول تھا۔ کہ ہر سال حضرت حُسین کی خدمت میں ہزار ہزار درہم بھیجتے تھے۔ اُس کے علاوہ بیش بہا تحفے تحائف بھی بکثرت بھیجتے رہتے تھے۔"

۳:۔ ناسخ التواریخ میں ۶: ۵۰ و ۵۸ پر ہے۔ کہ :۔

یمن سے سرکاری خزانہ اُونٹوں پر لدے ہوئے ایک قافلہ کی صورت میں آیا۔ جب وُہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا۔ تو حضرت حسینؓ نے وُہ سارا مال و دولت خود رکھ لیا۔ اور امیر مُعاویہ کو لکھ دیا۔ کہ مجھے اس مال کی ضرورت تھی لہٰذا میں نے رکھ لیا ہے۔ والسّلام!

امیر مُعاویہ نے اُن کو جواب میں لکھا:۔

اگر آں (قافلہ شتراں) را ترک کردی تا بمن آوردند آنچہ بہرہ ونصیب تو بود دریغ نداشتم لیکن گماں می کنم اے برادر زادم ترا خیالات و ملاقات مصافات نیست و در زمان من بر تو صعب نمی افتد چہ قدر و منزلت تو دانم و معفو میدارم :

"اگر آپ اس قافلہ کو میرے پاس آنے دیتے۔ تو اس میں جو کچھ آپ کا حصّہ ہوتا۔ میں اُس سے دریغ نہ کرتا۔ لیکن اے جان برادر! میرا خیال ہے۔ کہ آپ آمادہ مخالفت نہیں۔ اس لئے جب تک میں زندہ ہوں۔ اور آپ کو اس اقدام پر بھی معاف کرتا ہوں۔"

ذرا یہ نقشہ چشم تصور کے سامنے لائیں۔ کہ سرکاری خزانہ آرہا ہے۔ اور ایک شخص تمام مال روک لیتا ہے۔ ایسی صورت میں گورنمنٹ کا ردّیہ کیا ہو سکتا ہے۔ اور ہونا چاہیئے۔ مگر قربان جایئے۔ امیر مُعاویہ کی اہل بیت نوازی کا کہ نہ صرف معاف کر دیا۔ بلکہ ضمانت دے دی۔ کہ آپ کو میری زندگی میں کوئی تکلیف پیش نہیں آئے گی۔ صاحب ناسخ التواریخ خود شیعہ ہے۔ مگر حقائق کو چھپا نہ سکا :

۴۔ تلخیص شافی ابو جعفر طوسی صفحہ نمبر ۴۶۹ پر ہے:۔

انہُ لاخلاف ان الحسن بایع	"اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ کہ

مُعاویۃ وسلّم الامرالیہ و خلع نفسہ واخذ العطایا عنہٗ و جوائزہ ؎	حضرت حسن نے امیر معاویہ کی بیعت کی۔ اور خلافت اُن کے سپرد کردی۔ اور خود اُس سے

دست بردار ہوگئے۔ اور امیر معاویہ سے عطیے اور تحائف لئے۔"

۵۔ فتح الباری (۱۳؍ ۵۰) میں ہے :۔

دا جاز معاویۃ الحسن ثلث مائۃ الف درھم والف ثوب وثلاثین عبداً ومائۃ جمل وانصرف الی المدینۃ ؎	" اور امیر معاویہ نے حضرت حسنؓ کو تین لاکھ درہم ایک ہزار جوڑہ کپڑے ۳۰ غلام اور ایک سو اونٹ دیا۔ اور حضرت حسنؓ یہ

لے کر مدینہ طیبہ چلے گئے ؛

۶۔ مناقب شہر بن آشوب (۴؍ ۳۳) طبع قم ہے :۔ کہ

دیو فرعلیہ حقہٗ کلّ سنۃ خمسون الف درھم فعاھد ہٗ علیٰ ذلک وحلف بالوفاء بہ ؎	" حضرت حسن نے امیر معاویہ سے عہد لیا۔ کہ مجھے ہر سال ۵۰ ہزار درہم دیں گے۔ پس امیر معاویہؓ

نے بتقید حلف یہ معاہدہ کیا۔"

ان تاریخی حقائق سے صاف ظاہر ہے۔ کہ امیر معاویہؓ نے حضرات حسنین کے ساتھ کس درجے کی قدر دانی، عزّت افزائی اور ایثار و قربانی کا سلوک کیا۔ اور اُن کی زیادتیوں پر کس قدر عفوو درگزر کا معاملہ کیا۔ اُس کی نظیر دنیا کے حکمرانوں کے ہاں کہیں نہیں ملے گی ؛

(۸)

جنگِ صفین

یہودی سازش کے تحت صدیوں کے مُسلسل پروپگنڈا سے امیر مُعاویہؓ کے محاسن اور مناقب پر دبیز پردے ڈالنے کی کوشش جاری رہی۔ مگر نادانوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ الزام تراشیوں کا تھوک کاروبار بھی ساتھ شروع کر دیا۔ اب ہم اُن الزامات کے سلسلے میں حقائق پیش کرتے ہیں :

امیر مُعاویہ پر جو بُہتان باندھے گئے۔ اُن میں سے ایک نُمایاں بہتان یہ ہے۔ کہ اُنہوں نے خلیفہ راشد کے خلاف جنگ کیوں کی۔ اس ضمن میں سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں۔ جنگ کی وجہ اور بنیاد کیا تھی۔

۱-: نہج البلاغہ معہ شرح میثم بحرانی ۵:۴۴۱۹ :- کہ حضرت علیؓ کی ایک گشتی چٹھی ہے۔

کتبہ الی اھل الامصار یقتص فیہ ماجری بینہ وبین اھل صفین وکان بدأ امرنا انا التقینا والقوم من اھل الشام والظاھر، ان ربنا واحد ونبینا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحدۃ ولا نستزیدھم فی الایمان باللہ والتصدیق برسولہ	"حضرت علیؓ نے تمام شہریوں کے لئے ایک گشتی مُراسلہ لکھا۔ کہ صفین میں ہمارے اور اہلِ شام کے درمیان جو جنگ ہوئی۔ اُس سے کوئی غلط فہمی نہ ہو۔ کیونکہ ہمارا رب ایک ہے۔ نبی ایک ہے۔ ہماری دعوتِ اسلامی ایک ہے۔ ہم

ولا یستزیدوننا ، الامر واحد الا ما اختلفنا فیه عن دم عثمان ؓ	شامیوں کے مقابلے میں اور اللہ و رسول پر ایمان ویقین میں زیادتی کا دعوے نہیں کرتے نہ وہ ہمارے

مقابلہ میں یہ دعوے کرتے ہیں۔ اللہ و رسول پر ایمان میں ہم اور وہ برابر ہیں۔ اختلاف صرف قتل عثمان میں ہے۔ اور یہی تنازعہ کی وجہ ہے ۔

۲۔ حضرت علی رضؓ کی اس چٹھی سے بنیادی طور پر تو یہ بات ثابت ہوئی ۔ کہ امیر معاویہ نہ تو خلافت کے مدعی تھے ۔ نہ انہوں نے حکومت چھیننے کے لئے یہ جنگ لڑی ۔ بلکہ اُس کی وجہ حضرت عثمان کے قصاص کا مطالبہ تھا۔ اور یہ ہر متعلقہ انسان کا قانونی حق ہے ۔

ضمناً چند ایک اور امور بھی واضح طور پر سامنے آ گئے ۔

۱۔ حضرت علی رضؓ نے اس امر کا اعلان کیا۔ کہ امیر معاویہ کے ایمان اور ہمارے ایمان میں کوئی فرق نہیں ۔ اگر کسی کو حضرت علیؓ سے کوئی واقعی تعلق ہے۔ تو اُسے حضرت کی یہ بات ماننے میں پس وپیش نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اگر اسی پر اصرار ہو۔ کہ امیر معاویہ ایمان سے محروم ہیں ۔ تو حضرت علیؓ کے بیان کے مطابق وہ دراصل حضرت علی رضؓ کے ایمان کی نفی کر رہا ہے کیونکہ ان کا اعلان ہے۔ کہ ایمان میں ہم برابر ہیں۔ لہٰذا اگر امیر معاویہ ایمان سے خالی ہیں۔ تو حضرت علی رضؓ بھی اُن کے برابر ہوئے۔

۲۔ اس گشتی مراسلہ بھیجنے کا محرک کیا ہے ۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت علی رضؓ کی فوج نے امیر معاویہ اور اہل شام کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا تو حضرت علی نے اُنہیں اس بیہودگی سے روکنے کے لئے حقیقت بتادی۔ اس سے ظاہر ہوا ۔ کہ یہ جو امیر معاویہ پر بُہتان ہے۔ کہ منبر پر حضرت علی کو

بُرا بھلا کہا جاتا تھا۔ یہ دراصل اپنے اُس گھناؤنے فعل پر پردہ ڈالنے کی کوشش ہے۔ کہ بُرا بھلا کہنے کی ابتداشیعان علی کی طرف سے ہوئی۔ اور اس سلسلے میں اب تو وُہ معذُور ہیں۔ کیونکہ جب گالی دینا عبادت ٹھہرا۔ تو آدمی کیوں نہ چھاجوں ثواب کمائے۔

۲-۲ نہج البلاغہ کی شرح درۃ النجفیہ صفحہ نمبر ۳۰۱ حضرت علی رضہ کے اس اعلان کی تائید ہے۔ وُہ یُوں کہ امیر مُعاویہ رضہ سے جنگ کی وجہ پُوچھی گئی۔ تو آپ نے فرمایا:-

قتال معاوية لست اقاتله لانى افضل منه ولكن اقاتله ليدفع الى قتلته عثمان رضى الله عنه ؎	" حضرت مُعاویہ رضہ نے فرمایا۔ کہ حضرت علی رضہ سے میری جنگ اُس بناء پر نہیں ہوئی۔ کہ میں اُن سے افضل ہُوں

بلکہ اس لئے ہوئی۔ کہ وُہ حضرت عثمان کے قاتل میرے حوالے کریں۔"

دونوں عبارتیں نہج البلاغہ کی ہیں۔ حضرت علی رضہ فرمارہے ہیں۔ میں امیر مُعاویہ سے افضل نہیں ہوا۔ امیر مُعاویہ فرمارہے ہیں۔ میں حضرت علی سے افضل نہیں ہوں۔ اور دونوں نے جنگ کی وجہ قصاص عثمان قرار دیا ہے۔ یعنی یہ کوئی کفر واسلام کی جنگ نہیں تھی۔ بات نوصاف ہے۔ مگر یار لوگ کہتے ہیں۔ کہ نہج البلاغہ میں حضرت علی کے خطبہ نمبر ۱۶ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی نے صرف اُن کے ظاہری اسلام کی بات کی تھی۔ باطن میں تو وُہ مُسلمان نہیں تھے ؎

قال ما اسلمُوا ولكن استسلموا واسروا الكفر فلما وجدوا اعوانا عليه اظهروا ؎	" حضرت علی رضہ نے فرمایا۔ وُہ مُسلمان نہیں ہُوئے۔ بلکہ ظاہری طور پر اسلام کو مان لیا۔ اور اُن کے باطن میں کفر

پوشیدہ ہے۔ جب اُنہوں نے کفر میں مددگار پائے۔ تو کفر کو ظاہر کر دیا۔"

تمام شارحین نہج البلاغہ نے یہی اعتراض یا تاویل کی ہے۔ اُس کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ یہ تکلف خواہ مخواہ کیا گیا ہے۔ آسان بات یہ تھی۔ کہ کہہ دیتے۔ کہ حضرت علی رض نے تقیہ کیا تھا۔ اُس کا کیا جواب ہوتا؟

دوسری بات یہ ہے۔ کہ نہج البلاغہ میں الحاقی کلام کا ہونا یہ تحقیق کو پہنچ چکا ہے۔ ایسی غیر فصیح عبارتیں موجود ہیں۔ جو حضرت علی جیسے فصیح عرب کی زبان سے کسی طرح ادا نہیں ہو سکتیں ۔

تیسری بات یہ ہے۔ کہ اگر اُسے الحاقی کلام نہ مانا جائے۔ تو یہ قول عمار کا ہے۔ جیسے درۃ النجفیہ صفحہ نمبر ۳۴۷ پر حضرت علی کے ساتھ عمار کا قول موجود ہے۔

چوتھی بات یہ ہے۔ کہ یہ خطبہ اُس وقت کا ہے۔ جب جنگ شروع نہیں ہوئی تھی۔ اور گشتی مراسلہ جنگ کے بعد کا ہے۔ اور صلح ہونے کے بعد کا ہے لہٰذا حضرت علی رض کی یہ شہادت پہلے بیان کی ناسخ ہے ۔

اب ذرا ظاہری اور باطنی ایمان پر اصولی بات کی جائے۔:

۱-: ہم ظاہری شریعت کے مکلف ہیں۔ حضرت علی رض نے امیر مُعاویہ کے ظاہری ایمان کی شہادت دے دی۔ عقیدہ باطنی چیز ہے۔ جس کی حقیقت معلوم کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ۔

۲-: حضرت علی رض نے جب یہ اعلان کیا۔ کہ ہم اور اہل شام ایمان میں برابر ہیں۔ تو دوسری توجیہہ کے مطابق مطلب یہ ہوگا۔ کہ حضرت علی رض فرماتے ہیں۔ کہ معاذ اللہ جیسے میں ظاہر میں مسلمان ہوں۔ ویسے امیر مُعاویہ رض بھی مسلمان ہیں۔ اور جیسے میں باطن میں ایمان سے خالی ہوں۔ ویسے امیر مُعاویہ رض بھی باطن میں ایمان سے خالی ہیں ۔

۳-، پھر جو آپ نے فرمایا۔ "رَبّنا واحدٌ" تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ ظاہر میں ہمارا رب ایک ہے۔ باطن میں ایک نہیں۔ ظاہر میں رسُول ایک ہے۔ باطن میں مختلف ہیں۔ ظاہر میں ہم اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ باطن میں ہم منکر ہیں۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ بھائیو! حضرت علی رضؓ کے اس مُراسلے نے تمام چور دروازے بند کر دیئے ہیں۔ امیر مُعاویہؓ کے ایمان کی نفی کرنا دراصل حضرت علیؓ کے ایمان کی نفی کا اعلان ہے۔

۴-، نہج البلاغہ (۲: ۱۰۵)

قد فتح باب الحرب بینکم و بین اھل القبلۃ ۵	"تمہارے اور اہل قبلہ کے درمیان لڑائی کا دروازہ کھل گیا ہے۔"

حضرت علی رضؓ نے تو بات صاف کر دی۔ مگر اہل قبلہ کی اصطلاح کا مفہوم کہیں سے ڈھونڈنا پڑے گا۔ کیا اسلامی تاریخ میں یا دینی لٹریچر میں اہل قبلہ کی اصطلاح کُفار کے لئے استعمال ہُوئی ہے؟

اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں، تو امیر مُعاویہؓ کو ایمان سے خالی ثابت کرنے کے منصوبوں میں حضرت علی رضؓ کی مخالفت کیوں مُول لی جا رہی ہے؟

یہ حرکت حُبِّ علیؓ تو ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس میں حضرت علیؓ کی مُخالفت اس سے ظاہر ہے۔ البتہ بغض مُعاویہ کی تبیل سے ضرور ہے۔ اور جہاں بُغض ہو۔ وہاں انصاف کہاں ہوتا ہے۔ بلکہ وہاں تو مغربیوں کا یہ اُصول کارفرما ہوتا ہے۔ کہ:-

"Every thing is fare in love of war"

اُن مُحبانِ علی کی قدر و قیمت خود حضرت علیؓ نے متعین فرما دی:-

نہج البلاغہ (۱۸۹:۱)

قال لوددت واللہ ان معاویۃ صارفنی بکم صرف الدینار بالدراھم فاخذ منی عشرۃ منکم واعطانی رجلاً منھم ۃ

"حضرت علیؓ نے فرمایا۔ خُدا کی قسم! میں دوست رکھتا ہوں اُس بات کو معاویہ میرے ساتھ سودا کر لیتا تمہارا جیسے سونے کا دینار لے کر چاندی کا درہم لینا پڑے۔ پس امیر معاویہ تم میں سے دس شیعہ مجھ سے لے لے۔ اور اپنا ایک آدمی مجھے دے دے۔"

واقعی فصحاء کی باتیں سہل ممتنع کی قسم کی ہوتی ہیں۔ حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کی جماعت کے افراد کو سونے سے تشبیہہ دی۔ اور اپنے شیعان علیؓ کو چاندی قرار دیا۔ پھر باہمی تجارت کا نرخ بھی بتا دیا۔ کہ میرے دس شیعہ لے کر اگر امیر معاویہ اپنا ایک جان نثار دے دے۔ تو میں نفع کا سودا سمجھوں گا۔"

اس ایک اور دس کی نسبت میں بھی کوئی حکمت معلوم ہوتی ہے یہ نہیں کہ الل ٹپ جو سرد زبان پر آ گیا۔ آپ نے کہہ دیا۔ بلکہ اُنہوں نے غالباً قرآن کریم سے یہ نکتہ لیا۔ اُس میں بیان ہوا ہے :۔

ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین ۃ

تمہارے بیس[۲۰] آدمی کفار کے دو[۲] سو پر غالب آ جائیں گے "

معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسی آیت سے اشارہ پا کر حضرت علیؓ نے اُس سودے کی آرزو کی ؎

اُس سے ایک اور بات بھی ظاہر ہوتی ہے۔ کہ گذشتہ مُراسلہ میں جو حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ اُن کا اور ہمارا ایمان برابر ہے۔ تو اُس سے مُراد حضرت علیؓ

کی ذات اور حضرت معاویہؓ کی ذات ہے ۔ ورنہ جہاں تک شیعان علی اور شامی فوج کے ایمان کا تعلق ہے ۔ وہاں تو ایک اور دس کی نسبت ہے ۔ یعنی اہل شام شیعان علی کے مقابلے میں دس گنا زیادہ صاحب یقین، وفادار، ایثار پیشہ، صادق القول اور امین تھے ۔ اِدھر تو ۹/۱۰ حصہ دین تقیہ میں ہی مضمر ہے ۔حق و صداقت کے لئے تو باقی ۱/۱۰ ہی رہ گیا :

۲- دُوسرا بڑا الزام یہ ہے ۔ کہ امیر مُعاویہ باغی تھے :

اس الزام کے جواب میں سب سے پہلی بات یہ ہے ۔ کہ باغی کی تعریف میں یہ عنصر شامل ہے ۔ کہ وُہ حکومت کے بنیادی دستور کو تسلیم نہ کرے ۔ اور حکمران کی مخالفت اس بنا پر کرے ۔ کہ اپنے آپ کو حکومت کے لئے اُس کے مقابلے میں زیادہ مستحق سمجھے ۔ اور اُس سے خلافت چھیننا چاہے ۔ لیکن امیر مُعاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جو جنگ ہوئی ۔ اُس کا سبب اُن میں سے کوئی بات بھی نہیں تھی ۔ امیر مُعاویہؓ نے اعلان کیا ۔ کہ مَیں تو قصاص عثمانؓ کا مطالبہ کر رہا ہوں ۔ اور حضرت علی رضؓ نے خُود گشتی مراسلہ میں وضاحت کر دی ۔ کہ ہمارا اختلاف صرف دم عثمان میں ہے :

سوچنے کی بات یہ ہے ۔ کہ جب فریقین وضاحت کر رہے ہیں ۔ میاں بغاوت کا کوئی سوال نہیں ۔ بلکہ قصاص عثمان میں اختلاف کی وجہ سے یہ حادثہ رُونما ہوا ۔ تو کوئی تیسرا آدمی یا گروہ دہائی دینے لگے ۔ کہ نہیں یہ یہ بغاوت ہے ۔ بات وہی ہوئی :- کہ

" من چہ می سرائم و طنبورہ من چہ می سراید "

بھائیو امیر مُعاویہؓ سے تمہیں بُغض سہی ۔ حضرت علیؓ کا تو کچھ حیا کرو ۔ اور اُنہیں کیوں جھوٹا کہتے ہو ۔ جس کے ساتھ بیتی ۔ وُہ تو حقیقت سے نا آشنا

رہے۔ اور تمہیں بذریعۂ وحی حقیقت سے آگاہ کیا گیا۔

خدا سے تمہارا کوئی خصوصی رشتہ ہے۔ یا اس کی وجہ یہ ہے کہ تو کون ؟ میں خواہ مخواہ ؛

دوسری بات یہ ہے کہ امیر معاویہؓ کے باغی نہ ہونے کی دلیل خود قرآن کریم میں موجود ہے :۔

فان بغت احداھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتیٰ تفیئ الی امر اللہ ؕ	" اگر ایک جماعت دوسری جماعت کے خلاف بغاوت کرے۔ تو اُن سے اُس وقت تک لڑو۔ جب تک کہ

وہ خدا کے حکم کی طرف لوٹ نہ آئے ؛ "

اس آیت کی روشنی میں ذرا حالات کا جائزہ لیجئے :۔

اوّل جنگ شروع ہوئی۔ جس کی وجہ تصاص عثمانؓ کا مطالبہ تھا ؛

دوم جنگ ختم ہوگئی۔ اور ختم بھی صلح پر ہوئی ؛

سوال یہ ہے۔ کہ کیا امیر معاویہؓ اپنے مطالبہ سے دستبردار ہوگئے ؟

اگر نہیں تو حضرت علیؓ نے جنگ بند کیوں کی ؟

اُنہوں نے خدا کے حکم کو پس پُشت کیوں ڈال دیا ؟

قرآن کی رُو سے اُن کا فرض تھا۔ کہ اس وقت تک جنگ جاری رکھتے۔ جب تک امیر معاویہؓ خدا کے حکم کی طرف لوٹ نہ آئے۔ اور تائب ہو جائے ؛

لہٰذا حضرت علیؓ کے جنگ بند کرنے اور صلح کر لینے سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ امیر معاویہؓ باغی نہیں تھے۔ اور شیعہ کے نزدیک فعل امام تو نص ہوتا ہے۔ لہٰذا فعل ابو الائمہ تو امیر معاویہؓ کے باغی نہ ہونے پر نص

قطعی ہے ؛

پھر اُس صُلح کے بعد امیر مُعاویہ کا حضرت علی سے جس حُسنِ سلوک کا اظہار رہؤا۔ وُہ بجائے خود اُس الزام کی نمایاں تردید ہے۔ فیصلہ کے بعد حضرت علی کے پاس توصرف کوفہ اور حجاز رہ گیا تھا۔ اور اُس چھوٹی سی سلطنت کی حفاظت کے لئے جو جان نثار فوج حضرت علی کے پاس موجود تھی۔ اُس کی جان نثاری کا یہ عالم تھا۔ کہ حضرت علی دس دے کر امیر مُعاویہ سے ایک لینے کو نفع کا سودا سمجھتے تھے۔ توان حالات میں اگر امیر مُعاویہ چاہتے تو چند دنوں میں حضرت علی سے یہ علاقہ بھی لے لیتے۔ مگر اُنہوں نے ایسا نہیں کیا ؛

تیسری بات یہ ہے۔ کہ حضرت حسنؓ نے اپنی آزاد مرضی سے خلافت کے حقوق امیر مُعاویہ کو سونپ کر ثابت کر دیا۔ باغی تو کیا ہوتے منصوص خلیفہ ہیں ؛

جب حضرت حسنؓ نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ تو شیعہ کے نزدیک امام کا یہ فعل امیر مُعاویہ کی خلافت پر نص ہؤا ؛

امیر مُعاویہ کو باغی کہنے والوں کو قرآن کا واسطہ دینا تو بے سُود ہے کیونکہ قرآن سے اُن کا کوئی تعلّق نہیں۔ وُہ اُس قرآن کو کتابِ الہیٰ تسلیم نہیں کرتے۔ البتہ اُن سے یہ کہنا اُن کی خیر خواہی کی وجہ سے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کا تو کچھ حیا کرو۔ اُن کے فعل سے براءت کا اظہار کرکے اُنہیں کیا منہ دکھاؤ گے۔ ؟

قرآن کریم کی اس آیت کے پہلے حصّے سے ضمناً ایک اور بات بھی ثابت ہوتی ہے۔ الفاظ مبارک ہیں ؛

وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما ؕ	" یعنی باغی کو قرآن کریم مؤمن قرار دیتا ہے۔ لہذا اگر بغض معاویہ

کی وجہ سے آدمی امیر معاویہ کو باغی کہنے سے باز نہ آسکے۔ تو بھی انہیں مؤمن کہے بغیر چارہ نہیں۔ ہاں آدمی قرآن کا منکر ہو۔ تو اُس سے کچھ بعید نہیں ہو جاتا ہے۔ کہتا پھرے ؛

۳۔ ؛ " امیر معاویہ پر تیسرا الزام یہ ہے۔ کہ اُنہوں نے یزید کو خلیفہ کیوں بنایا۔ اُس نے حضرت حسینؓ کو شہید کیا۔ خاندانِ رسُول کو برباد کیا۔ اُس ظلم کی ذمہ داری امیر معاویہؓ پر ہے۔"

اس الزام پر کئی پہلوؤں سے غور کیا جاسکتا ہے :۔

(۱) خلافت راشدہ کی یہ خصُوصیت رہی ہے۔ کہ ہر خلیفہ سابقہ خلیفہ کی اقتدا کرے۔ خلفائے ثلثہ نے یہ معمول بنائے رکھا۔ کہ اپنے بعد اپنے کسی رشتہ دار کو خلیفہ نہیں بنایا۔ حضرت علی رضؓ پہلے خلیفہ ہیں۔ جنہوں نے خلفائے راشدین کی اُس سُنت کو ختم کرکے اپنے بیٹے کو اپنے بعد خلیفہ بنایا ؛

(۲) حضرت حسنؓ نے اپنے والد کی سُنت کے خلاف کرتے ہوئے نہ تو اپنے بھائی کو خلیفہ بنایا۔ نہ اپنے بیٹے کو بلکہ امیر معاویہؓ کی بیعت کرلی ؛ یعنے حضرت حسنؓ اپنے والد حضرت علیؓ کی سنت سے ہٹ گئے۔ گویا اپنے والد کی نافرمانی کی۔ اور اپنی اولاد کو خلافت سے محروم بھی کر دیا ؛

(۳) امیر معاویہؓ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے حضرت علی رضؓ کی سُنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو خلیفہ بنایا۔ اگر حضرت علی رضؓ کی سُنت پر عمل کرنا بُری بات ہے۔ تو واقعی امیر معاویہؓ قصور وار ٹھہرتے ہیں ؛

۴۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ امیر معاویہؓ نے خلفائے ثلثہؓ کی سُنت کو توڑا لہٰذا وُہ مُجرم ہیں۔ تو اُس کا کیا بنے گا۔ کہ یہ جُرم تو اُن سے پہلے حضرت علیؓ نے کیا۔ اور اپنے والد کی سُنت کی خلاف ورزی کرنے کا جُرم حضرت حسنؓ کر چکے تھے۔ پھر اُن کو مجرم نہ سمجھنے کی دلیل کیا ہے؟

رہی یہ بات کہ یزید نے جو ظلم کیا۔ اُس کے ذمّہ دار امیر معاویہؓ ہیں۔ تو اُس سلسلے میں ذرا سی اور گہرائی میں جانے کا نتیجہ مختلف نوعیت کا ظاہر ہوگا۔ مثلاً:۔

"شیعہ کی مُستند کتاب اصُول کافی ہیں موجود ہے۔ کہ امام کے لئے شرط ہے۔ کہ وُہ عالم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ہو۔ اور اصُول کافی میں ایک پُورا باب موجود ہے۔ کہ:۔

الائمۃ یعلمُون متیٰ یمُوتون ولا یمُوتون الّا باختیار ھم ؕ	"اماموں کو علم ہوتا ہے۔ کہ کب مریں گے اور وُہ خود اپنے اختیار سے مرتے ہیں (یعنے اگر مرنا نہ چاہیں۔ نہ مریں گے۔"

"اس اصُول کی روشنی میں بات کچھ اس طرح بنتی ہے۔"

۱۔ حضرت حسنؓ کو علم ہوگا۔ کہ امیر مُعاویہؓ اپنے بعد یزید کو خلیفہ بنائیں گے۔ اور یہ بھی علم ہوگا۔ کہ یزید اُن کے بھائی کو بے رحمی سے شہید کرائے گا۔ تو اُنہوں نے امیر مُعاویہؓ کو حکومت کیوں دے دی۔ جب دے دی۔ تو شہادت حُسینؓ کے ذمّہ دار تو حضرت حسنؓ ہیں۔ نہ امیر مُعاویہؓ ہے اور نہ یزید ؕ

۲۔ حضرت حسنؓ کو اپنی موت پر خود اختیار جو تھا۔ تو یزید کے مرنے کے بعد مرتے۔ اُنہوں نے اپنے اختیار کو کیوں نہ صحیح استعمال کیا۔

آغا پہلے مرنا قبول کر کے یزید کو خلیفہ بننے کا موقعہ دیا۔ تو یزید کے تمام مظالم کے ذمہ دار تو حضرت حسنؓ ہیں۔

۳-: حضرت علی رضؓ تو ابو الائمہ ہیں۔ عالم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ تومزور ہوں گے اُنہیں علم ہوگا۔ کہ میرا بیٹا حسن اپنی مرضی سے خلافت امیر معاویہؓ کو دے دے گا۔

اُنہیں یہ بھی علم ہوگا۔ کہ امیر معاویہؓ اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنادیں گے۔ اور وُہ میری اولاد کو بے رحمی سے قتل کرائے گا۔

جب یہ علم تھا۔ تو حضرت علی رضؓ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کو خلافت کیوں دی۔ اس وجہ سے تو یزید کے تمام مظالم کے ذمہ حضرت علی رضؓ ٹھہرتے ہیں۔

۴-: بقول شیعہ، رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی رضؓ کو خلیفہ بنایا تھا۔ اُسی اصُول مذکورہ کے تحت یزید کے تمام مظالم کی ذمہ داری تو نبی کریمؐ پر آتی ہے۔

۵-: واقعات کا مطالعہ کیا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت حُسینؓ کو اُن لوگوں نے قتل کیا۔ جنہوں نے اُن کو خطوط لکھ لکھ کر کوفہ بلایا۔ اُن کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جو شیعان علی تھے۔ وُہی حضرت حُسینؓ کے قاتل تھے۔ امیر مُعاویہؓ یا یزید نے حضرت حُسینؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ اُن کی سُنت قدیمہ ہے۔ حضرت حسنؓ کے قاتل وُہی ہیں۔ جنہوں نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ حضرت علی رضؓ کا قاتل وُہی ہے۔ جس نے حضرت علی رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ تو اپنے آئمہ کو قتل کرنا شیعان کرام کی سُنت قدیمہ ہے۔ جیسے یہود کی خصُوصیت

اللہ تعالےٰ نے بیان فرمائی ہے۔ کہ:۔

" وَیَقتُلُونَ النَّبِیِّینَ بِغَیرِالحَقِّ ۵ "

"اُس الزام کو مزید تقویت دینے کے لئے کہا جاتا ہے۔ " کہ

" جب یزید فاسق، و فاجر تھا۔ تو امیر مُعاویہؓ نے اُسے کیوں خلیفہ بنایا۔"

ولی عہد یا خلیفہ مقرر کرنے کی دو صُورتیں ہو سکتی ہیں۔

اوّل صاحبُ الرائے لوگوں سے مشورہ لیا جائے۔ اور اس پر عمل کیا جائے اس سلسلے میں تاریخی حقائق کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

خلافتِ راشدہ کا دور حضرت حسینؓ پر ۳۰ برس میں ختم ہو چکا ہے۔ اُس کے بعد حکومت عادلہ کا دَور ہے۔ جس بنا پر امیر مُعاویہؓ کو حاکم عادل سے تعبیر کیا جاتا ہے:۔

"سابقُون الاوّلُون" اور مہاجرین و انصار صحابہؓ دُنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ نوجوان نسل میدان میں آچکی تھی۔ جن کی رائے میں سنجیدگی اور دُور اندیشی کے مقابلے میں جذباتیت یا خواہش کا رنگ غالب تھا۔ لہٰذا اُن کی رائے لینے میں یہ خطرات موجود تھے:۔

دُوسری صُورت یہ تھی۔ کہ امیر مُعاویہؓ اپنے اِجتہاد سے کام لے کر خلیفہ مقرر کریں۔ اِس صُورت میں یہ اُمور قابل لحاظ ہیں:۔

اوّل امیر مُعاویہؓ حضُور صلے اللہ علیہ وسلّم کے جلیل القدر صحابی تھے۔ اور برسوں حضُور صلے اللہ علیہ وسلّم کے زیر تربیت رہے۔ حضُورؐ نے اُن کی دیانت و امانت پر اعتماد کرتے ہوئے اُنکو کاتب الوحی مقرر فرمایا تھا:۔

دوئم آپ کی انتظامی صلاحتیں اور امور سلطنت کا فہم اُس درجہ کا تھا کہ عُمرؓ فاروق جیسے خلیفہ راشد نے آپ کو گورنر مقرر کیا۔ آپ ۲۰ برس،

تک گورنری کرتے رہے ؛

سوم آپ نے ۲۰ برس تک مستقل حکمران کی حیثیت سے حکومت کی۔ اور سلطنت کی وسعت، نظام اور ترقی کے اعتبار سے قابل قدر ریکارڈ قائم کیا؛

چہارم امیر معاویہ کے خلوص اور حضرت حسین کے ساتھ تعلقات اس اس وصیت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ جس کا علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ذکر کیا ہے۔ بہ سند عطیہ بن قیس مروی ہے۔ کہ یزید کو ولی عہد بنانے کے بعد یہ دعاء کی ؛-

اللّٰھم ان کنت انما عہدت لیزید لما رأیت من فضلہ فبلغہ ما املت و اعنہ وان کنت انما حملنی حب الوالد لولدہ و انہ لیس لما صنعت بہ اھلاً فاقبضہ قبل ان یبلغ ذٰلک	" الہٰی اگر مَیں نے یزید کو حکومت کا اہل سمجھ کر ولی عہد بنایا۔ تو میں نے جو اُمیدیں اس کے ساتھ وابستہ کی ہیں۔ پوری فرمانا۔ اور اگر محض محبت پدری کی وجہ سے ایسا کیا۔ تو اُسے وقت آنے سے پہلے ہی موت دے دینا "؛

حالات کے اس تقابل کو دیکھ کر عقل عامہ کا فیصلہ کیا ہے۔ کیا امیر معاویہؓ کی رائے زیادہ وزنی ہونی چاہیئے۔ یا اس نوجوان نسل کی رائے زیادہ ہے۔ جس کا اُوپر ذکر ہوا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ ایک صحابی، مجتہد اور تجربہ کار حکمران کی رائے کا وزن زیادہ ہے۔ ہاں امیر معاویہؓ ان تمام اوصاف کے باوجود نہ تو فرشتہ تھے۔ نہ نبی معصوم تھے۔ اور نہ تقیہ باز تھے۔ لہٰذا اُن کی رائے میں خطا ہونا غیر ممکن نہیں۔ اسی لئے اصول ہے۔ کہ مجتہد اپنے اجتہاد میں صواب کو پہنچا۔ تو اُسے دوہرا ثواب ملے گا۔ اگر اجتہاد میں غلطی

کی۔ تو اکہرا ثواب ہو گا۔ پھر آپ مجتہد کے علاوہ صحابی بھی تھے۔ اور صحابی سب عدول ہیں۔

رہی یہ بات کہ یزید فاسق و فاجر تھا۔ تو اس کے متعلق تاریخی حقیقت یہ ہے۔ کہ ولی عہدی کے وقت نہ وہ فاسق فاجر تھا اور نہ وہ شرابی تھا۔ البتہ اس کے خلاف جو پروپیگنڈا کی مہم چلائی گئی۔ تو یہ بات زبان زد عام ہو گئی۔ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۸ : ۲۳۳) پر ایک حقیقت بیان کی ہے :-

ان عبد الله ابن مطيع داعية ابن زبير مشي في المدينة هو و اصحابه الى محمد بن علي بن ابي طالب المعروف بابن الحنفيه فاراده على خلع يزيد فابى عليهم فقال ابن مطيع ان يزيد يشرب الخمر ويترك الصلوٰة ويتعدى حكم الكتاب فقال لهم ما رأيت منه ما تذكرونه وقد حضرته واقمت عنده فرأيته مواظبًا على الصلوٰة متحريًا للخير يسأل عن الفقه ملازمًا للسنة قالوا فان ذالك كان منه تصنعًا لك فقال ما الذي خاف مني او رجا حتى يظهر الي الخشوع و اذا اطلعكم على ما تذكرون من	"حضرت عبداللہ بن مطیع جو عبداللہ بن زبیر کا داعی تھا۔ کچھ اپنے ہم خیال لوگوں کو لے کر محمد بن حنفیہ بن علی ابن ابی طالب کے پاس مدینہ گیا۔ یہ لوگ انہیں اپنا ہم خیال بنانا چاہتے تھے تاکہ یزید کو خلافت سے ہٹا دے۔ محمد بن حنفیہ نے اس سے انکار کر دیا۔ اس پر عبداللہ بن مطیع نے کہا۔ کہ یزید شراب پیتا ہے۔ نماز نہیں پڑھتا۔ کتاب اللہ کے احکام میں تعدی کرتا ہے محمد بن حنفیہ نے جواب دیا۔ میں شام میں یزید کے پاس رہا ہوں میں نے اس میں ان میں سے کوئی کام نہیں دیکھا۔ جن کا تم ذکر کرتے

شرب الخمر قلت کان اطلعکم علیٰ ذالک انکم شرکاء ہ وان لم یکن اطلعکم فما یحل لکم ان تشھدوا بما لم تعلموا قالوا عندنا الحق وان لم نکن رأیناہ فقال لھم ابی اللہ ذالک علیٰ اھل الشھادۃ فقال تعالیٰ الا من شھد بالحق وھم یعلمون ولست امرکم فی شیء ہ

ہو۔ میں نے اُسے دیکھا۔ کہ نماز کا پابند ہے۔ ہر نیکی کو جمع کرنے والا ہے۔ فقہی مسائل پوچھا کرتا ہے سنت رسول "صلے اللہ علیہ وسلّم" کو لازم پکڑا ہوا ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے۔ یہ محض آپ کو دکھانے کے لیئے بناوٹ تھی۔ محمد بن حنفیہ نے فرمایا اُسے مجھ سے کیا ڈر۔ یا لالچ تھا۔ کہ میرے سامنے اُس نے بناوٹ کی۔ کیا تم نے اُسے شراب پیتے دیکھا ہے؟ اگر تم نے دیکھا ہے۔ تو تم بھی اُس کے ہم پیالہ ہو۔ اگر نہیں دیکھا۔ تو تمہارے لیئے یہ کب حلال ہے۔ کہ بن دیکھے شہادت دو۔ کہنے لگے۔ کہ اگرچہ ہم نے اُس کو شراب پیتے تو نہیں دیکھا۔ مگر ہماری بات سچی ہے۔ محمد بن حنفیہ نے جواب دیا۔ ایسی شہادت کو حق تعالےٰ رد فرماتے ہیں۔ اور انکار کرتے ہیں۔ لہٰذا میں تمہیں کسی اقدام کا حکم نہیں دوں گا۔"

یہ بحث خاصی طویل ہے۔ کہ اس کے بعد ابن کثیر لکھتے ہیں۔ کہ اس پارٹی نے محمد بن حنفیہ پر طعن کرنا شروع کر دیا۔ کہنے لگے۔ آپ اس لئے یزید کے خلاف نہیں لڑتے۔ کہ لڑوں میں، اور حکومت کوئی اور لے جائے۔ آپ نے فرمایا۔ ایسی حالت میں لڑائی حلال نہیں سمجھتا۔ وہ کہنے لگے۔ تو صفین میں اپنے والد کے ہمراہ ہو کر کیوں لڑے ہو۔ آپ نے کہا۔ کہ میرے والد کی شان کا کوئی آدمی پیش، کرو۔ پھر وہ کہنے لگے۔ کہ آپ میدان میں نہیں آتے۔

تو لوگوں سے تو کہیں۔ فرمایا۔ جس کام کو میں خود نا جائز سمجھتا ہوں۔ اُس کے کرنے کے لئے دوسروں کو کیوں کہوں۔"

اس بیان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ابن مطیع نے عبداللہ بن زبیر کو خوش کرنے کے لئے اس جھوٹ کا تانا بانا تیار کیا۔ مگر سب سے پہلے حضرت علیؓ کے بیٹے محمد بن حنفیہ نے ہی اُس کی تردید کی ؎

اس طویل تاریخی بیان سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:۔

۱۔: حکمرانوں کے مقربین اپنا وقار بڑھانے کے لئے اپنے خیال کے مطابق حکمرانوں کے حق میں اور اُن کے مخالفین کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا کیا کرتے ہیں۔ جیسے عبداللہ ابن مطیع نے ابن زبیر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا ؎

۲۔: اہل حق ہمیشہ ایسی کوششوں کو تحقیق کی کسوٹی پر رکھ کر انہیں بے بنیاد ثابت کر دیتے ہیں۔ جیسے محمد بن حنفیہ نے کیا ؎

۳۔: آپ نے دو طرح ان مفسدوں کی کوشش کو رد کر دیا۔ اوّل یہ سوال۔ کہ تم نے یزید کو شراب پیتے دیکھا ہے۔ اگر نہیں۔ تو اس تہمت کی اجازت شریعت کہاں دیتی ہے ؎

دوئم فرمایا۔ میں اس کے پاس رہا ہوں۔ اُس کے روز و شب اور اُس کی مصروفیتیں اپنی آنکھ سے دیکھی ہیں۔ اور اُس میں اُن میں سے کوئی عیب نہیں پایا۔ بلکہ اُسے نیکی کا حریص اور سُنت کا مُتبع پایا ؎

۴۔: مفسدوں کو جھوٹوں کو اپنی بات منوانے سے غرض ہوتی ہے۔ وُہ حقائق سے آنکھیں بند رکھتے ہیں۔ جیسے اُس پارٹی نے کہا۔ کہ ہم نے شراب پیتے دیکھا نہیں۔ مگر ہماری بات درست ہے۔ تو اُس کے سوا کوئی جواب

ہنیں۔ کہ ہم جو کہہ رہے ہیں۔ لہٰذا درست ہے ؛

ظاہر ہے۔ کہ امیر معاویہ کی وفات سے پہلے یزید میں اُن میں سے کوئی عیب نہیں تھا۔ جو لوگ اُس کے ذمّے لگاتے ہیں۔ محمد بن حنفیہ جیسے عینی شاہد کی شہادت کافی ہے ؛

تاریخ کو مسخ کرتے میں کئی محرکات کام کرتے ہیں۔ تاریخ اسلام کے متعلق ایک وضاحت کی گئی ہے :۔

ان التاریخ الاسلام لم یبدأ تدوینہ الا بعد زوال بنی امیۃ و قیام دول لایستر رجالہا التحدث بمفاخرۃ ذالك السلف و محاسن اھلہ ؎	"تاریخ اسلام کی تدوین بنو اُمیّہ کی حکومت کے زوال کے بعد شروع ہوئی۔ اور یہ قدرتی بات ہے۔ کہ کسی نئی حکومت کو سابقہ حکومت کے سربرآوردہ افراد کے محاسن ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔"

اُس کا نفسیاتی ردِ عمل یہ نہیں ہوتا۔ کہ صرف گذشتہ حکومت کے افراد کے محاسن پر پردہ ڈال دیا جائے۔ بلکہ اُس سے ترقی کرکے طرح طرح کی بُرائیاں اُن کے سر تھوپی جاتی ہیں۔ اور اپنا امیج بنانے کے لئے اُنہیں بدنام کیا جاتا ہے۔ امیر معاویہ اور یزید پر اتہام اور افترا پردازی اُسی نفسیاتی بیماری کا اثر ہے۔

اسلام کی تاریخ لکھنے والے حضرات مختلف اقسام کے نظر آتے ہیں۔ مثلاً :۔

(۱) وہ حضرات جن کے نزدیک دُنیا اور آخرت کی تمام کامیابی کا راز اُس میں پوشیدہ ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ، مہاجرین و انصار اور اُمّہات المؤمنین

کے ذمّے دُنیا کی ہر بُرائی لگا دی جائے ؛

۲ - ؛ خلفائے بنواُمیہ کو بُرا بھلا کہہ کر کافرد منافق ظاہر کرکے حکُومت حاضرہ کے ہاں تقرّب حاصل کیا جائے ۔ اور خوُب مال پیدا کیا جائے ؛

۳ - ؛ مُنصف اور مُعتدل طبقہ جو ہر قسم کی روایات جمع کرتے رہے ۔ اور اُن پر نہ جرح کی اور نہ محاکہ کیا ؛

پہلے دو طبقوں میں سرفہرست ابو مخنف لوط بن یحییٰ ہے ۔ جو متعصب دُشمن صحابہ کرام اور دُشمن بنواُمیّہ ہے ۔ دُوسرا سیف بن عمر عراقی ہے ۔ یہ پہلے کی نسبت اتنا کم ہے جیسے اُنیس بیس کا فرق ہوتا ہے ۔ تیسرا مسعودی ہے اور چوتھا کلبی اور پانچواں محمد بن اسحاق ۔ یہ تینوں تقیہ باز شیعہ ہیں ۔ اُن سے کیا توقع ہوسکتی ہے ۔ کہ حق کا اظہار کرسکیں ؛

تیسرے طبقہ میں، علامہ ابن کثیر، ابن اثیر جذری، ابن عساکر اور ابن جریر طبری ہیں ۔ اُن حضرات نے اتنا کیا ۔ کہ مختلف مشرب کی روایات جمع کردیں مگر اتنی ہمت کردی ۔ کہ روائیت کے ساتھ راوی کا نام بھی لکھ دیا ۔ اب یہ سارا تاریخی ترکہ جائز و نا جائز حرام وحلال، صحیح وغلط کا مجموعہ ہے ۔ مگر اس تیسرے طبقے نے جو راوی کا نام لکھ دینے کا التزام کردیا ۔ اس سے علماء کو سہولت ہوگئی ۔ رواۃ کے نام دیکھ کر روایت کو جرح و تعدیل کے ذریعے جانچ لیں ۔ پھر صحیح فیصلے پر پہنچیں ۔ اس کا مطلب یہ ہے ۔ کہ اسلامی تاریخ کا ذخیرہ ایسا نہیں ۔ کہ آنکھیں بند کرکے ہر روایت صحیح تسلیم کرلی جائے کیونکہ فلاں کتاب میں لکھی ہے ۔ بلکہ ضرورت اس امر کی ہے ۔ کہ روایات کی خوُب چھان بین کی جائے ۔ بالخصوص صحابہ کے حالات میں تو نہایت احتیاط درکار ہے ۔ کیونکہ یہ جماعت حضُور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کے براہ راست

شاگرد اور تربیت یافتہ ہیں۔ نبوّت کے عینی شاہد ہیں۔ اور سارا دین اُن سے نقل ہو کر بعد کی نسلوں تک پہنچا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی آخری کتاب میں اُن کے اوصاف اور اُن کے فضائل بیان فرما دیئے ہیں۔ اب کسی نقیہ باز اور مفسد مؤرخ یا راوی کے کہنے پر ہم اللہ تعالےٰ کی بات کیونکر پس پُشت ڈال دیں ؟

اُن اُمور سے ظاہر ہے۔ کہ امیر مُعاویہؓ نے اپنے اجتہاد سے جو کیا۔ وُہ بڑے خلوص سے حق سمجھ کے کیا۔ جس کا عملی ثبوت حضرات حسنینؓ کے ساتھ اُن کا حُسن سلوک ہے۔ اور یزید کے لئے وُہ وصیتیں ہیں۔ جو حسنینؓ کے ساتھ سلوک کرنے کے متعلق اُنہوں نے کیں۔ جن کا بیان اپنے اپنے مقام پر ہو چکا ہے ؟

اسی بڑے الزام سے متعلق چھوٹے چھوٹے ذیلی الزامات ہیں۔ مثلاً :۔

۱۔ ؛ "یزید جوان تھا۔ اس سے بڑی عمر والے موجود تھے۔ اُن کو کیوں نہ خلیفہ مقرر کیا۔"

یہ الزام تو اُس وقت صحیح ہوتا جب شرعاً عقلاً اور رسماً یہ اُصول مسلم ہوتا۔ کہ خلیفہ مقرر کرنے میں صرف عمر کو دیکھا جائے۔ ایک نوجوان میں اگر اُس کی اہلیت اور صلاحیت موجود ہے۔ تو جوان نہ ہونے کی وجہ سے اس، کی اہلیت کو در خود اعتنا نہ سمجھا جائے۔ اور اُس کے مقابلے میں بڑی عمر کے آدمی میں یہ صلاحیت نہیں۔ تب بھی، عمر میں، بڑا ہونے کی وجہ سے یہ ذمہ داری اُسے سونپی جائے۔ کیا اس اصول پر کبھی عمل ہُوا ہے ؟ کیا عقل عامہ اُس کی تائید کرتی ہے ؟

جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ لہٰذا اُس الزام کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے ؟

۳-۳: "یزید سے افضل صحابہ بھی موجود تھے۔ اُن کو کیوں نہ مقرر کیا گیا۔"
صحابی ہونے کی فضیلت، اپنی جگہ ہے۔ اور حکمرانی کی اہلیت ہونا اور بات ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رض کئی صحابہ سے زیادہ زاہد و عابد تھے۔ افضل بھی تھے۔ مگر کسی نے اُن کو انتظامی امور کا سربراہ کبھی نہیں بنایا۔ مگر اس وجہ سے اُن کی فضیلت پر کوئی حرف نہیں آیا۔ اسی طرح اگر صدیق و فاروق رض کو خلیفہ نہ بھی بنایا جاتا۔ تو بھی اُن کی افضلیت پر کوئی اثر نہ پڑتا۔
خلافت و امارت کے لئے افضل ہونا شرط نہیں۔ مفضول کو بھی اہلیت کی بنا پر خلافت و امارت سونپی جا سکتی ہے۔

۴-: "امیر معاویہؓ پر چوتھا الزام یہ ہے۔ کہ جنگ صفین کے خاتمہ پر حکمین نے جو فیصلہ دیا تھا۔ اُس میں بھی امیر معاویہؓ کی سازش تھی۔"
جنگ صفین کیوں ہوئی۔ اس پر بحث ہو چکی ہے۔ اور یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ فریقین نے اس کی وجہ قصاص عثمان کو قرار دیا ہے۔"
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب حکم مقرر کئے گئے۔ تو "Terms of Reference" کیا تھیں۔ عقل کا مطالبہ یہ ہے۔ جو بنائے تنازعہ تھی۔ اسی کے متعلق کوئی فیصلہ کیا جائے۔ اگر امیر معاویہؓ، حضرت علی رض کے مقابلے میں مدعیٔ خلافت ہوتے۔ تو حکمین کے ذمے یہ فیصلہ کرنا ہوتا۔ تاکہ کسی ایک کو خلافت کا حقدار قرار دیں۔ دوسرے کو غیر مستحق۔ جب یہ مسلّمہ حقیقت ہے۔ کہ امیر معاویہ کا یہ دعوےٰ ہی نہیں تھا۔ تو اس معاملے کو "Terms of Reference" میں رکھنا اور سرفہرست رکھنا کہاں کا انصاف ہے؟
امیر معاویہ کا مطالبہ یہ تھا۔ کہ قاتلین عثمانؓ سے قصاص لیں۔ اگر آپ

کسی وجہ سے عاجز ہیں ۔ تو انہیں ہمارے حوالے کریں ۔ اُن کے اور ہمارے درمیان سے آپ ہٹ جائیں ۔ ہم اُن سے قصاص لیں گے ۔

چنانچہ منہاج السنۃ ۲ : ۲۶۱ میں ابن تیمیہ نے اہل شام کا بیان درج کیا ہے ۔:

و طالب الحق من عسکر معاویۃ یقول لا یمکننا ان نبایع الا من یعدل علینا و لا یظلمنا و نحن اذا بایعنا علیاً و ظلمنا عسکرہ کما ظلموا عثمان وعلی اما عاجز ا عن العدل او تارک العدل و لذلک لیس علینا ان نبایع علیا عاجز اعن العدل علینا و لا تارک لہٗ

" اور امیر معاویہ کی فوج سے طالب حق لوگ کہتے تھے ۔ کہ ہمارے لئے ممکن نہیں ۔ کہ ایسے آدمی کے ہاتھ پر بیعت ہو ۔ جو ظلم کرے ۔ اور عدل نہ کرے ہم اگر علی رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں ۔ تو اُن کی فوج ہم پر بھی اسی طرح ظلم کرے گی ۔ جیسا کہ انہوں نے عثمان پر ظلم کیا ۔ اور حضرت یا تو عدل کرنے سے عاجز ہیں ۔ یا تارک ہیں ۔ تو ایسے آدمی سے بیعت کرنا ہمارے لئے ضروری نہیں ۔ "

جب یہ واضح ہوگیا ۔ کہ بنائے تنازعہ قصاص عثمان تھا ۔ تو ظاہر ہے ۔ کہ حکمین کو یہ فیصلہ کرنا تھا ۔ کہ کیا امیر معاویہ کا مطالبہ درست ہے ؟ کیا حضرت علی رضؓ جان بوجھ کر قصاص نہیں لیتے ۔ یا ایسے مجبور ہیں ۔ کہ قصاص لے نہیں سکتے ؟ اور یہ دونوں باتیں عین عقل کے مطابق ہیں ۔

اُس کے برعکس تاریخوں میں حکمین کے درمیان جو مکالمہ درج ہے ۔ وہ از اوّل تا آخر یہ ہے ۔ کہ خلیفہ کس کو مقرر کیا جائے ۔ اور حکمین کے بعد

دیگرے کئی نام تجویز کرتے ہیں۔ اصل بات یعنی قصاص عثمانؓ کا کہیں ذکر نہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ اُس میں کوئی شک نہیں۔

اصل بات جس کے متعلق حکمین کو سوچ کر فیصلہ کرنا تھا۔ اس کو بالکل اوجھل کر دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حکمین نے حالات کا جائزہ لے کر دیکھ لیا۔ کہ امیر معاویہ کا مطالبہ دُرست ہے مگر حضرت علی رضؓ یہ مطالبہ پُورا نہیں کر سکتے کیونکہ ہزاروں آدمیوں کو جو دھڑلے سے کہتے ہیں۔ کہ ہم قاتلین عثمانؓ ہیں۔ انہیں حضرت علی رضؓ کیونکر قتل کر سکتے ہیں۔ اور یہ نہ ہو۔ تو کیسے امیر معاویہؓ کے سپرد کر سکتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے یہی فیصلہ کیا ہوگا۔ کہ حضرت علی رضؓ کی مجبوری دیکھ کر امیر معاویہؓ اس مطالبہ سے دستبردار ہو جائیں۔ اُس پر دونوں کی صلح ہو گئی۔ اور اس کے بعد حالات بتاتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضؓ کی زندگی بلکہ حضرت حسنؓ کے عہد میں بھی یہ معاملہ پھر کبھی نہ چھیڑا گیا۔ دونوں نے فتنے سے بچنے کے لئے اُسے قابل قبول سمجھا۔

اب ذرا اُس فیصلہ پر غور کریں۔ جو تاریخوں میں لکھا ہے۔ کہ امیر معاویہؓ کو ایک نے برقرار رکھا۔ دُوسرے نے دونوں کو معزول کر دیا۔ کیا اُس فیصلہ کا جنگ سے کوئی تعلق ہے؟

کیا امیر معاویہ کا مُطالبۂ قصاص عثمان رضؓ بحیثیت گورنر تھا۔ یا بحیثیت ولی کے تھا۔ تو اُن کو معزول کرنے سے کیا یہ حق بھی اُن سے چھن گیا۔ کہ وہ حضرت عثمان رضؓ کے قصاص کا مطالبہ نہ کریں۔ اگر حق باقی رہا۔ تو اس فیصلے کا اثر کیا ہوا؟

دُوسری بات یہ ہے۔ کہ تاریخوں میں یہ جو لکھا ہے۔ کہ امیر معاویہؓ کو معزول کیا گیا۔ تو سوچنے کی بات یہ ہے۔ کہ امیر معاویہؓ کو کسی نے خلیفہ بنایا تھا۔ یا

اُنہوں نے خلافت کا خود دعویٰ کیا تھا۔ کہ اُنہیں معزول کیا گیا۔ جب وہ خلیفہ نہ بنے ہیں۔ نہ بنائے گئے ہیں۔ نہ دعویٰ کیا ہے۔ تو معزول کرنے کا کیا مطلب۔ یہ بات یوں بنتی ہے۔ جیسے ایک شخص جو پیدا ہی نہیں ہوا۔ کوئی عدالت فیصلہ دے دے۔ کہ اُسے قتل کردو۔ اُس سے زیادہ مضحکہ خیز بات بھی کوئی ہوسکتی ہے۔ یہ تو عجیب مسخرا پن ہے۔ کہ جس کا تقرر ہی نہیں ہوا۔ اُسے معزول کر دینے کا فیصلہ سُنایا جا رہا ہے۔

اِس سلسلے میں ایک امر قابلِ غور رہتا ہے۔ کہ جب امیر معاویہؓ خود خلیفہ بنے۔ تو آپ نے قاتلینِ عثمان سے قصاص کیوں نہ لیا۔ اُس کا جواب صاف ہے۔ کہ اتنے عرصے میں قدرت خود اُن سے قصاص لے چکی تھی۔ اکثر تو اُس جنگ میں مارے گئے۔ باقی عُمر طبعی کو پہنچ کر ملک عدم کو سدھار ے۔ لہٰذا قصاص کس سے لیا جاتا :

۵ - : " امیر معاویہؓ پر پانچواں الزام یہ ہے۔ کہ اُنہوں نے حضرت علیؓ پر لعن طعن کرنے کا حکم دیا۔ اور خطبوں میں منبروں پر حضرت علیؓ کو گالیاں دی جاتی تھیں۔ "

یہ الزام بھی دراصل اپنے ایک عیب کو چھپانے کی کوشش ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے :-

۱ -: شرح نہج البلاغہ میثم بحرانی ۵ : ۴۴۹ سے حضرت علیؓ کا گشتی مراسلہ گذشتہ باب میں درج کیا جا چکا ہے۔ کہ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ شیعان علیؓ نے امیر معاویہؓ اور شامی فوج پر لعن طعن کرنا شروع کر دیا تھا۔ تو حضرت علیؓ نے وضاحت کی۔ کہ مسئلہ متنازعہ فیہ صرف دم عثمانؓ ہے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ سب و شتم کی ابتدا ارشیعان علیؓ کی طرف سے

ہوئی ؛

۲-ء طبری ج ۶ ص ۴۰ ثالثوں کے فیصلہ سنانے کے بعد ذیل ہے :-

ورجع ابن عباس وشریح بن هانی الیٰ علیٰ وکان اذا صلی الغداة یقنت فیقول اللھم العن معاویة وعمرو ابا الاعور سلمی وحبیبا وعبد الرحمٰن بن خالد والضحاك بن قیس والولید فبلغ معاویة فکان اذا قنت لعن ؛

"ثالثوں کے فیصلہ کے بعد حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور شریح بن ہانی حضرت علی رضؓ کے پاس گئے۔ حضرت علی رضؓ کا معمول یہ تھا۔ کہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے اور کہتے تھے۔ اے اللہ! معاویہؓ عمرو، ابوالاعور سلمی، حبیب اور عبدالرحمٰن بن خالد، ضحاک بن قیس اور ولید پر لعنت بھیج۔ امیر معاویہ رضؓ کو جب اس کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے بھی اس کے جواب میں صبح کی نماز میں اسی طرح قنوت پڑھنا شروع کر دیا۔"

اس روایت سے ظاہر ہے۔ کہ لعن طعن کی ابتداء حضرت علی رضؓ سے ہوئی۔ اور جواب میں امیر معاویہ رضؓ نے بھی اسی انداز میں قنوت پڑھنا شروع کر دیا۔"

اس روایت سے ظاہر ہے۔ کہ پہلی اور دوسری روائت کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی رضؓ اور ان کی فوج دونوں کا معمول تھا۔ کہ امیر معاویہؓ پر لعن طعن کرتے تھے۔ مگر جواب میں صرف امیر معاویہ رضؓ نے ذاتی طور پر ادلے کا بدلہ دینا شروع کیا ؛

۳-ء درة النجفیہ شرح نہج البلاغہ طبع نجف اشرف صفحہ نمبر ۳۰۳ پر ہے۔ کہ

ولما قنت علی علیه السلام خمسة

"جب حضرت علی رضؓ قنوت پڑھتے تو

لعنهمُ وهُم معاویۃ وعمرو بن العاص وابوا لاعور سلمی، وحبیب بن مسلمہ وبسر بن ارطات وافتت معاویۃ علی الخمسۃ ؂	اُن پانچ پر لعنت کرتے، مُعاویہ عمرو بن العاص، ابوا لاعور سلمی، حبیب بن مسلمہ و بسر بن ارطات اور امیر مُعاویہ بھی جواب میں پانچ کے

خلاف قنوت پڑھتے ۔"

یہ تھری ناٹ تھری یعنی ۳۰۳ کی روایت بھی طبری کی تائید ہی ہے۔ اُس سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ابتداء حضرت علی رض کی طرف سے ہوئی۔ اور امیر مُعاویہؓ نے جوابی کاروائی کی۔ فرق اتنا ہے۔ کہ حضرت علی رض جن پانچ آدمیوں پر لعنت کرتے تھے۔ اُن کے نام درج ہیں۔ مگر امیر مُعاویہؓ کے متعلق صرف اتنا لکھا ہے۔ کہ پانچ کے خلاف قنوت پڑھتے تھے۔"

کُتب شیعہ کے مطالعہ سے اس بارے میں عجیب تضاد نظر آتا ہے۔ کہ کبھی تو حضرت علی رض کو اس رنگ میں دکھاتے ہیں۔ کہ امیر مُعاویہؓ پر لعن طعن کرنے میں پہل کر رہے ہیں۔ کبھی یُوں دکھاتے ہیں۔ کہ شیعانِ علی امیر مُعاویہ پر لعن طعن کر رہے ہیں۔ کبھی یُوں دکھاتے ہیں۔ اُنہیں منع فرما رہے ہیں۔ کبھی اُس ممانعت میں شدت کا اظہار یُوں ہوتا ہے۔ کہ ایسا کرنا حرام ہے۔ چنانچہ مثالیں مُلاحظہ ہوں۔

۴۔ درۃ النجفیہ صفحہ نمبر ۳۴ - ۲۳۳ پر ہے :- کہ

وقد سمع ارقال ما ای قومًا من اصحابہ یسبّون اھل الشام ایام حربھم بصفین انی اکرہ ولکنکم وصفتم اعمالھم وذکرتم حالھم	"حضرت علی رض نے جنگ صفین کے دنوں میں اپنے کچھ ساتھیوں کو اہل شام کو گالیاں دیتے سُنا تو فرمایا۔ مَیں اُسے بُرا جانتا ہوں۔ اُس کی جگہ

كان اصوب فى القول وابلغ فى
العذر وقلتم مكان سبكم
اياهم اللهم احقن دماءنا
ودماءهم واصلح ذات بيننا
وبينهم الخ ؎

اقول حاصل الكلام تاديب
اصحابه وارشادهم الى السيرة
الحسنة وجذبهم عن تعويد السنتهم
كلام السفهاء الى تعويدها
بكلام الصالحين ؎

تمہیں چاہیئے۔ اُن کے اعمال اور احوال
کا ذکر کرو۔ یہ اچھی بات ہے۔ اور
بہترین عُذر ہے۔ گالیوں کی جگہ یہ
کہو۔ اے اللہ۔ تو ہمارے اور اُنکے
خُونوں کی حفاظت فرما۔ اور ہماری
اصلاح فرما۔ شارح کہتا ہے۔ حاصل
کلام یہ ہے۔ کہ حضرت علی رضؓ نے اپنے
اصحاب کو ادب کی تعلیم دی۔ اور
سیرت حسنہ کی طرف راہ نمائی
فرمائی۔ اور اُن کی کلام کو احمقوں
کی کلام سے ہٹا کر نرم کلام کی طرف پھیرا گیا۔"

وقوله انى اكره ان تكونوا
سبابين لقوله عليه الصلوٰة ما
بعثت لعانا ولا سابا وقوله
اللهم انى بشر فاذا دعوت على
انسان فاجعل دعائى له لا عليه
واهده الى صراط مستقيم و
قوله واصلح ذات بيننا وبينهم
من الاصول الموجبة لا انتراق
حتى يكن احوال الفتح والقاق ط

" اور حضرت علی رضؓ کا یہ فرمان۔ کہ میں
اُس بات کو بُرا جانتا ہوں۔ کہ تم
لوگ گالیاں دینے والے بنو۔ کیونکہ
نبی کریم "صلے اللہ علیہ وسلّم" نے
فرمایا۔ کہ میں لعنت کرنے یا گالیاں
دینے کے لئے مبعوث نہیں ہُوا۔
اور حضورؐ نے فرمایا۔ اے اللہ!
مَیں انسان ہوں۔ پس جب میں
کسی کے حق میں بددُعا کروں۔ تو
اُس بددُعا کو اُس کے حق میں، دُعا بنا دینا۔ اور اُس کو سیدھی راہ دکھانا؛

اور حضرت علی رضہ کا یہ فرمان کہ خُدایا ہماری اور اُن کی اصلاح فرما۔ اُن حالات میں جن کی وجہ سے افتراق پیدا ہوُا۔ اور ایسے حالات پیدا فرما کر ہم میں باہمی اُلفت اور اتفاق پیدا ہو جائے۔"

حضرت علی رضہ کی اس تادیب یا تعلیم سے صاف ظاہر ہے۔ کہ :-

۱-: آپ کو تو گالیاں دینے کی روشش پسند نہیں تھی ؛

۲-: آپ کو یہ بھی پسند نہیں۔ کہ آپ کے ساتھی لعن طعن کریں۔ یا گالیاں دیں ؛

۳-: آپ چاہتے تھے۔ کہ آپ کے ساتھی اس احمقانہ روشش سے باز آجائیں۔

۴-: آپ نے حضور اکرمؐ کا ارشاد یاد دلایا۔ کہ "میں گالیاں دینے کے لئے مبعوث نہیں ہوُا ہوُں ۔" لہٰذا جس کو نبی کریمؐ کی روشش پسند نہیں اُس کا حضورؐ سے کوئی تعلق نہیں ؛

۵-: گالیاں دینے کی جگہ دعائیں دینے اور اللہ تعالےٰ سے اصلاح احوال کی درخواست کرنے کی تلقین فرمائی ؛

۵-: اسی قسم کی باتیں فیض الاسلام شرح نہج البلاغہ" ۲ : ۶۵۱ پر بھی درج ہیں :-

" بہتر آنست، کہ بجائے دشنام دادن بآنان بگوئید بارخدایا خونہائے ما وایشاں ترا از ریختن حفظ فرما ز میان ما و آنہا اصلاح فرما۔"

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ایک طرف تو حضرت علی رضہ اپنے شیعوں کو لعن کرنے اور گالیاں دینے سے منع فرما رہے ہیں۔ اُسے احمقانہ فعل قرار دے رہے ہیں۔ حضورؐ صلے اللہ علیہ وسلّم کے طریقے کی مخالفت سے ڈرا رہے ہیں۔ اور دُوسری طرف نماز میں اور قنوت میں خوُد یہی سب

کچھ کر رہے ہیں ؛

اتنے بڑے تضاد کی آخر وجہ کیا ہے ؟ ظاہر ہے ۔ کہ اُس کی وجہ اُس کے بغیر کچھ نہیں ۔ مُفسد اور تقیہ باز راویوں نے جھوٹ اور افتراء کا بازار سجا رکھا ہے ۔ جانبین پر لعن طعن کا محض بہتان ہے ۔ یہ کہاں ممکن ہے ۔ کہ آدمی دوسروں کو ایک بُرائی سے منع کرے ۔ اور خوُد دھڑلے سے، اُس کا ارتکاب کرے ۔ چنانچہ بعض کتب تاریخ میں لکھا ہے ۔ کہ

السبّ واللعن والمشهور بين الفريقين اى بين علی ومعاوية من اكاذيب التاريخ ۵	" یعنے حضرت علی رضؓ اور امیر مُعاویہؓ کے متعلق جو باہمی سب وشتم مشہور ہے ۔ وُہ تاریخی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹ ہے ۔ "

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحؒ نے ایک اور نکتہ بیان کیا ہے ۔ کہ حضرت علی رضؓ کو بُرا کہنے والا مُعاویہؓ بن ابی سفیان نہیں تھا ۔ بلکہ مُعاویہ بن خدیج تھا ۔ یہ اشتراک اسمی بھی بعض اوقات کتنے بڑے فتنے کا باعث بن سکتا ہے ؛

اُس سے بھی بڑا تضاد ایک اور ہے ۔ کہ

ایک طرف علمائے شیعہ سب وشتم کے متعلق حضرت علی رضؓ کی ناپسندیدگی کا اظہار کر رہے ہیں ۔ اُسے احمقانہ فعل قرار دے رہے ہیں ۔ نبی کریمؐ کی ممانعت کا ذکر کر رہے ہیں ۔ اُس کی جگہ اصلاح کی دُعا ۔ کی تلقین کر رہے ہیں ۔ مگر دوسری سب وشتم کو عبادت قرار دے رہے ہیں ۔ مثلاً فیض الاسلام شرح نہج البلاغہ ۲ ۶ ۵ ۰ ۶ پر لکھا ہے ۔ کہ

" ایں جملہ دلالت ندارد کہ دشنام دادن بآنہا حرمت داشتہ باشد چوں شک نیست کہ دشنام بغیر مومن یعنی کافر و فاسق و دشمن آل محمد جائز است "

" یہ سب جو حضرت علی رض نے سب و شتم سے منع فرمایا ہے۔ اُس امر پر دلالت نہیں کرتا۔ کہ صحابہ کو گالی دینا حرام ہے۔ کیونکہ اس میں شک نہیں۔ کہ غیرمومن یعنی کافر، فاسق دُشمن آلِ محمد کو گالیاں دینا جائز ہے۔"

پھر ۲ : ۶۵۱ پر ہے۔ کہ

" خلاصہ طعن و دشنام بدشمناں خدا و رسول و اوصیاء آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم شرعاً جائز و مستحب است۔"

" خلاصہ یہ ہے۔ کہ خدا و رسول اور اوصیاء کے دُشمنوں کو گالیاں دینا شرعاً جائز ہی نہیں مستحب ہے۔"

بات وُہی نبتی نظر آتی ہے۔ کہ پنچوں کا کہنا سر آنکھوں پر مگر پرنالہ اُسی جگہ رہے گا۔ یعنی حضرت علی رض کو پسند نہ آئے آپ منع فرمائیں۔ آپ اُسے حماقت قرار دیں۔ نبی کریم ؐ اُس سے منع فرمائیں۔ اُس کو گناہ قرار دیں۔ اور مجتہدین شیعہ فرمائیں۔ کہ یہ جائز ہی نہیں مستحب ہے۔ واقعی یہ کام محبان علی کا ہی ہے۔ بات کچھ ایسی نظر آتی ہے۔ کہ معاویہ استحبات تک محدود نہیں ہے بلکہ اُس سے بھی آگے ہے۔ مثلاً :-

فروع کافی ۳ : ۳۴۲ پر ہے۔ کہ "

عن الحسن بن ثور و ابی سلمہ السراج قالا سمعنا ابا عبد اللہ علیہ السلام وھو یلعن فی دبر مکتوبۃ اربعۃ من الرجال و اربعا من النساء فلانا وفلانا وفلانا و معاویۃ ویسمیھم

" حسن بن ثور اور ابو سلمہ سراج کہتے ہیں۔ کہ ہم نے امام جعفر سے سُنا۔ کہ وُہ ہر فرض نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت بھیجتے تھے۔ اُن کے نام لے کر یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور

وذلانة ومعنده ام الحکم اخت معاویة ؓ	معاویہؓ مردوں سے اور حضرت عائشہؓ حضرت حفصہؓ وہندہ اور اُم الحکم،

عورتوں میں سے ۔“

نتیجہ حضرت علیؓ نے جس فعل کو حماقت قرار دیا ۔ وہ فعل عبادت کے نام سے امام جعفر کے ذمّے لگا دیا ع

ہائے کس رنگ میں اچھوں کو بُرا کہتے ہیں

غور کرنے کی ضرورت ہے ۔ کہ جس مذہب میں گالیاں بکنا اور بیہودہ گوئی عبادت ہو ۔ کیا وہ انسانیت کے لئے کسی درجے میں بھی قابل قبول ہے ۔ دنیا کا غلط سے غلط مذہب اور دنیا کا بُرے سے بُرا انسان بھی گالی کو بُرائی اور بدتہذیبی سمجھتا ہے ۔ مگر قربان جائیے ۔ اُس غلاظت مآب عقیدے پر کہ یہ غلاظت نہیں ۔ بلکہ نہایت لذیذ غذا ہے ؂

اس عبادت میں ایک آسانی ضرور ہے ۔ کہ شرافت اور انسانیت کا ذکر تو رہنے دیجئے ۔ اس عبادت کے لئے طہارت ، وضو ، بلکہ استنجا بھی شرط نہیں ، اور جگہ اور وقت بھی کوئی قید نہیں ۔ اور علم کی بھی کوئی ضرورت نہیں ۔ بلکہ جتنا زیادہ جاہل اور بدکار ہوگا ۔ اتنا ہی بڑا عبادت گزار ہوگا ۔ اُس بازار میں تو اس عبادت کی شان ہی نرالی ہو گی ۔ کیونکہ اُن کی تو یہ عمر بھر کی ریاضت ہوتی ہے ۔ اُس عبادت کی شان ملاحظہ ہو :۔ کہ

۱ ۔ ۲ مختصر بصائر الدرجات صفحہ نمبر ۱۱ ، امام جعفر فرماتے ہیں ۔ کہ سبز رنگ کا ایک پہاڑ اللہ تعالےٰ نے ایسا پیدا کیا ہے ۔ جو ساری دُنیا کو محیط ہے

وخلق خلفه خلقا لم يفترض عليهم شيئًا مما افترض على خلقه	” اور اُس پہاڑ کے نیچے اللہ تعالےٰ نے ایک مخلوق پیدا کر رکھی ہے اُس

من صلوٰۃ و زکوٰۃ وکلھم یلعن رجلین من ھٰذہ الامۃ و سماھا سماھا ۃ	پر کوئی عبادت فرض نہیں۔ جو دُوسرے لوگوں پر فرض ہے۔ مثلاً نماز، زکوٰۃ وغیرہ اُن کی عبادت صرف یہ ہے۔ کہ

دو آدمیوں یعنی ابُوبکرؓ اور عُمرؓ پر لعنت بھیجتے رہیں۔"

بیچئے انسانیت کو کُھن آرہی تھی۔ کہ بجائے اس کو استحباب کا درجہ دے دیا۔ اب کہاں جائیے گا۔ یہ مُستحب چھوڑ فرض و واجب سے بھی افضل عبادت ہے۔ اور اتنی اہم کہ اس کیلئے خُدا کو الگ مُستقل ایک مخلوق پیدا کرنی پڑی۔ یہ اور بات ہے۔ کہ جغرافیہ دان یہ انکشاف سُن کر سر پیٹ کے رہ جائیں۔ کہ آدمی جُھوٹ بولے بھی تو ذرا سلیقے سے بولے۔ لیکن جغرافیہ دانوں کو اُس حقیقت کا علم نہیں۔ کہ آدمی جس فن میں قدم رکھے۔ جب تک اُس فن میں کمال نہ پیدا کرلے۔ اُس کا کون سا کمال ہُوا۔ جب جُھوٹ بولنا ہی عبادت بنا کے شروع کیا۔ تو سلیقہ کا خیال رکھنا کون سی خوبی ہے۔ ؎

میرے خیال میں وہ رند ہی نہیں زاھد
جو ہوشیاری و مستی میں امتیاز کرے

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۲ پر امام جعفر فرماتے ہیں۔ کہ :-

یقول ان للّٰہ خلف ھٰذا النطاف زبرجد خضراء منھا اخضرت السماء قلت دمن النطاف قال الحجاب وللّٰہ عزوجل وراء ذٰلک سبعون الف عالم اکثر من عدد الجن والانس وکلھم یلعن	"اس نطاف کے پیچھے سبز رنگ کا زبرجد ہے۔ اسی کی وجہ سے آسمان بھی سبز نظر آتا ہے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے کہا۔ حضرت نطاف کیا چیز ہے۔ فرمایا۔ ایک حجاب ہے۔ اُس کے پیچھے ستر ہزار

فُلاناً و فُلاناً ۵ | حیان ہیں۔ وہاں کی مخلوق انسانوں

اور جنوں سے زیادہ ہے۔ اُن سب کا کام یہ ہے۔ کہ ابُو بکر و عُمرؓ پر لعنت کرتے ہیں۔"

پھر اُسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۲ پر امام جعفر فرماتے ہیں:-

اما لخلف مغربکم ھذا تسعۃ و ثلاثون مغربًا ارضًا بیضا مملوۃ خلق یستفیئون بنورھا لم یعصوا اللہ طرفۃ عین لا یدرون اخلق اللہ آدم ام لم یخلق یبرؤن فُلاناً و فُلاناً ۵

" تمہارے اُس مغرب کے پیچھے ۳۹ مغرب ہیں۔ جن کی زمین سفید رنگ کی ہے۔ یہ ہماری زمین اُس کی سفیدی سے منور ہے۔ وہاں کی مخلوق نے آنکھ جھپکنے کی دیر بھی اللہ تعالےٰ کی نافرمانی نہیں کی۔ یہ مخلوق اتنا بھی نہیں جانتی۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آدم کو پیدا کیا یا نہیں۔ یہ صرف صدیقؓ و فاروقؓ کو تبرا کرتے رہتے ہیں۔"

اللہ کی حکمتیں اللہ ہی جانے۔ اپنی عبادت کے لئے تو صرف ایک حیان بنایا اور اُس میں سے بھی صرف جن و انسان کو عبادت کا فرض سونپا۔ جن سے کوتاہیاں اور غفلتیں بھی ہو جاتی ہیں۔ ہاں فرشتے ایسی مخلوق بنائی۔ کہ

" لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ "

اور خدا نے اپنی عبادت کو بھی مختلف شکلیں مُتعیّن فرما دی ہیں۔ مگر ابُو بکر و عُمر کو گالیاں دینے کے لئے اتنا اہتمام کیا۔ اور اتنی بڑی مخلوق پیدا کر دی۔ پھر اُن میں اس عبادت کا وہ جنون پیدا کر دیا۔ کہ آنکھ جھپکنے کی دیر بھی اُس سے غافل نہیں ہوتے۔ اُن کی محویت کا یہ عالم ہے۔ کہ آدم آئے اور چلے گئے۔ اُن کی اولاد پھیلتی جا رہی ہے۔ اور اُنہیں کوئی خبر نہیں۔

رُوح کسی کی یاد میں چھائی تھی ایسی محویت
یہ بھی خبر نہیں، ہوئی آکے چلا گیا کوئی

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ شیعہ کے نزدیک معصومیت کا تصوّر کیا ہے؟

اس ساری بحث سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ امیر مُعاویہؓ کا حضرت علیؓ یا اُن کی اولاد پر سب وشتم کرنا محض جھوٹ افتراء اور بہتان ہے۔ البتہ یہ کام اُن لوگوں کا ہے۔ جن کے نزدیک لعن طعن کرنا۔ بکواس کرنا، گالیاں دینا صرف جائز نہیں۔ بلکہ ایسا فرض ہے۔ کہ اُس سے بڑی عبادت اور کوئی نہیں۔ اور یہ عبادت حضرت علی اور امام جعفر سے اُنہوں نے معمول بہا بیان کر دی ہے اور اگر کہیں امیر مُعاویہ سے اُن کی نسبت ظاہر کی گئی ہے۔ تو وُہ بھی محض ذاتی طور پر جوابی کاروائی کے طور پر ہے۔ ابتداء تو شیعان علی اور حضرت علی کی طرف سے ہوئی۔ اور آئمہ میں یہ سنت یہاں تک جاری رہی۔ کہ حضرت امام جعفر ہر فرض نماز کے بعد یہ وظیفہ ضرور کرتے تھے (بقول شیعہ) امیر مُعاویہؓ کے مذہب میں گالیاں دینا نہ فرض واجب ہے اور نہ یہ مستحب ہے۔ نہ جائز ہے۔ لہٰذا اُن پر بہتان کے سواء کچھ نہیں ۞

خاندانِ نبوّت کے ساتھ امیر مُعاویہ رضؓ کا جو روّیہ رہا۔ شیعہ کُتب اُس کی خود شہادت دیتی ہیں۔ مثلاً :۔

۱۔ مناقب شہر ابن آشوب طبع جدید ایران ج ۴ : ۸۸ پر ہے :۔ کہ

واما الحسين فان اهل العراق لن يدعوه حتى يخرجوه فان قدرت عليه فاصفح عنه فان	"امیر مُعاویہؓ اپنے بیٹے یزید کو وصیّت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "جہاں تک حضرت حسینؓ کا تعلق ہے

لہٗ احماتًما ..... وحقًاعظیمًا ہ | اہل عراق اُنہیں ضرور بُلائیں گے۔
مگر اُنہیں نکال دیں گے۔ اگر تجھے اُن پر اختیار حاصل ہو۔ تو اُن سے درگزر کرنا اُن کا رشتہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم سے ملتا ہے۔ اُن کا بڑا حق ہے۔"

۲- ملّا باقر مجلسی نے اپنی مشہور کتاب جلاء العیون صفحہ نمبر ۴۲۱ پر تفصیل دی ہے:-

"رہے حضرت حسینؓ پس اُن کی نسبت قرابت کا حال رسُول کریم صلّے اللہ علیہ وسلّم سے تجھے معلوم ہے۔ کہ وُہ پارۂ تن رسُول خدا ہیں۔ اور اُن کے گوشت و خون سے پرورش ہوئی ہے۔ مَیں جانتا ہوں۔ کہ اہل عراق یقیناً اُن کو اپنی طرف بلائیں گے۔ اور یاری اور نصرت اُن کی نہ کریں گے۔ بلکہ انہیں تنہا چھوڑ دیں گے۔ لازم ہے۔ کہ اگر اُن پر کوئی قدرت پائے۔ تو اُن کے حق و حُرمت کو پہچاننا اور اُن کی منزلت و قرابت جو حضرت رسالت سے ہے۔ اُس کو یاد کرنا اور اُن کی باتوں پر مؤاخذہ نہ کرنا اور جو روابط میں نے اس مدّت میں اُن سے محکم کئے ہیں۔ اُن کو قطع نہ کرنا اور ہرگز ہرگز انہیں کوئی صدمہ نہ پہنچانا"

وصیّت کے ایک ایک لفظ سے عقیدت ارادت اور خلوص ٹپکتا ہے۔ مگر شیعہ کہتے ہیں۔ یہ سیاسی چال تھی۔ مگر اُس کا کوئی ثبوت بھی ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ اُن بے چاروں کو ساون کے اندھے کی طرح ہر طرف تقیہ کی ہریاول ہی نظر آتی ہے ۔

۳- ناسخ التواریخ ۶: ۱۱۱ پر لکھتا ہے۔ کہ ایک بار امام حسینؓ نے امیر معاویہؓ کو سخت توہین آمیز خط لکھا۔ بلکہ کئی خط لکھے۔ تو بعض حاضرین نے امیر معاویہؓ

سے کہا۔ کہ آپ بھی سخت جواب دیں۔ مگر

"معاویہ بخندید گفت بخطا سخن کردید من در عیب حسین بن علی چہ سخن کنم و از مثل من کس روا نیست از دریا طل بہ عیب کسے سخن آغاز د و مرد ماں بہ تکذیب، او پرد از ند و چگو نہ عیب کنم حسین را سوگند باخدا در ئے موضع عیب بدست نشود خواستم بسوئے او مکتوب کنم و اورا بہ وعید تہدید بیم دہم روا ندیدیم و قدرع الباب لحاج نہ کردم و بالجملہ سخنے کہ بر حسین علیہ السلام ناگوار باشد تحریر نہ کرد۔"

"امیر معاویہ مسکرا دیئے۔ اور فرمایا۔ کہ تم دونوں کا خیال غلط ہے۔ میں حسین بن علی کا کیا عیب بیان کروں۔ مجھ جیسے آدمی کو یہ کب زیبا ہے۔ کہ کسی کو غلط عیب جوئی کرکے لوگوں کو اس کی تکذیب کا موقعہ دوں۔ بخدا میں اُن میں کوئی عیب نہیں پاتا۔ میرا خیال تھا۔ کہ انہیں تہدید آمیز خط لکھوں گا۔ مگر پھر اُسے مناسب نہ سمجھا۔ حاصل کلام یہ کہ اُنہوں نے کوئی ایسی بات حضرت حسین کو نہ لکھی۔ جو اُن کو ناگوار گزرے۔"

خاندان نبوت کے ساتھ جو مالی مروت امیر معاویہؓ کرتے ہیں۔ اس کا بیان گذشتہ باب میں ہوچکا ہے۔ یہ سب کچھ امیر معاویہؓ کی خاندان نبوت سے عقیدت، اُن کے احترام اور فراخدلی کا نتیجہ ہے۔ مگر یار لوگوں نے اُس میں بھی ایک پخ لگا دی ہے۔ کہ آئمہ نے خلفائے ثلاثہ سے یا امیر معاویہؓ سے جو مال لیا۔ یہ اُن کا حق تھا۔ حق تو جیز تھا یا نہیں۔ اُس میں، تو ایک اور اُلجھن پیدا ہو رہی ہے۔ وہ یہ کہ شیعہ کا اتفاقی عقیدہ ہے۔ کہ بغیر امام حق کے جہاد حرام ہے۔ لہٰذا خلفائے ثلاثہ یا امیر معاویہ نے حضرت حسن کو تین لاکھ، پھر پچاس ہزار سالانہ خرچ دیا۔ دیگر آئمہ کو جو بیت المال سے

خرچ ملتا رہا۔ وُہ جہاد کے ذریعے حاصل ہوُا تھا۔ لہٰذا حرام تھا۔ تو کیا مال حرام میں بھی ائمہ کا حصّہ ہوتا ہے۔ اور اُن کا حق ہوتا ہے۔ اب اُس اُلجھن سے نکلنے کی صورت یہی ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ اور امیر مُعاویہؓ کو امام حق تسلیم کرو۔ یا اس امر کا اعتراف کرلو۔ کہ حضرت حسنؓ، حضرت حُسینؓ و دیگر اہل بیت ساری عُمر حرام ہی کھاتے رہے۔ اور حرام میں حصّہ دار بنے رہے اور مال حرام میں آئمہ کا حق ہوُا کرتا ہے۔

اہل بیت کے ساتھ امیر مُعاویہؓ کا تعلق حُسنِ سلوک عقیدت و احترام پر مبنی تھا۔ مگر اُن کی بُردباری، تحمّل و عفو کا یہ عالم تھا۔ کہ شیعان علی کی بدتمیزیوں پر بھی درگزر فرمایا کرتے۔ اور مالی امداد نہ روکتے تھے۔

چنانچہ ناسخ التواریخ ۶ : ۳۷ طبع قدیم ایران

شیعان علی سفر شام می کردند و مُعاویہ را بہ شنعت و شتم می آزاردند۔ با ایں ہمہ عطائے خود را از بیت المال گرفتند و بہ سلامت می گشتند"

"شیعان علی شام کا سفر کرتے اور حضرت امیر مُعاویہ کو بُرا بھلا کہتے اور ستاتے تھے۔ اُس کے باوجود بیت المال شاہی سے عطیّے حاصل کرتے اور صحیح وسلامت واپس گھر پہنچتے۔"

جو شخص شیعان علی کی بدتمیزیوں، گالیوں اور کمینہ حرکتوں پر بھی عفو و درگزر سے کام لیتا ہو۔ بیت المال سے اُن کی مدد بھی کرتا رہے۔ اُس کے متعلق کس کی عقل باور کرسکتی ہے۔ کہ وُہ حضرت علی کے خلاف سب وشتم کی مہم چلانا گوارا کرے۔ یہ سب خرافات تاریخی جھوٹ ہیں۔ جو قدیم یہودی سازش کے تحت اور یورپی ٹیکنیک کے مطابق بار بار بولے گئے۔ پورے وثوق سے بولے گئے۔ اور صبح و شام بولے گئے۔ حتیٰ کہ

یہ مسلّمہ جھوٹ بھی سچ نظر آنے لگے ۔

۶ ۔: امیر مُعاویہ پر چھٹا الزام یہ ہے ۔ کہ اُنہوں نے عمار بن یاسر کے قتل کا سبب ہو کر نبی کریم ؐ کی حدیث کا مصداق بنایا ۔

حدیث نبویؐ اور اُس کی تحقیق :۔

یا عمار تقتلك فئۃ الباغیۃ الخ ؂	"اے عمار تجھے باغی گروہ قتل کرے گا ۔ بعض نسخوں میں اُس کے ساتھ

یہ الفاظ بھی ہیں ۔:۔

"تَدْعُوْهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُوْنَكَ إِلَى النَّارِ"

مگر اکثر نسخوں میں یہ الفاظ موجود نہیں ۔ ؛

امام ابن تیمیہ میں اپنی کتاب منہاج السنۃ ۲ : ۲۷۳ ، طبع ریاض اُس پر تفصیلی بحث کی ہے ؛

۱ ۔: باغی کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے ۔ ایک معنی ہیں کسی چیز کی طلب کرنے والا امیر مُعاویہ پر یہ معنی اس لحاظ سے صادق آتے ہیں ۔ کہ آپ نے قصاص عثمان کا مُطالبہ کیا تھا :۔ کہ مثلاً

بغیت الشیء ای طلبت الشیء اکثر ما یجب ؂	
(الف) قَالَ تَعَالٰى لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ ؂	"اُنہوں نے اُس سے پہلے بھی فتنہ و فساد طلب کیا تھا ۔"

(ب) قَالَ تَعَالٰى يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ؂	"تم سے فتنہ طلب کرتے ہیں ۔ "

(ج) قَالَ تَعَالیٰ: غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ ۵	" نہ طلب کرنے والا اُس چیز کو جو اُس کے لئے نہیں ہے۔"
(د) قَالَ تَعَالیٰ: اِبْتِغَآءَ رَحْمَةٍ رَبِّكَ ۵	" اپنے ربّ کی رحمت طلب کرنا۔"
(ر) قَالَ تَعَالیٰ: وَابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلیٰ ۵	" طالب ذات باری تعالےٰ کا تھا۔"
(س) ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ط	" یہ وُہ چیز ہے۔ کہ جس کے ہم طالب تھے۔"

۲-: دُوسرا معنی باغی بمعنی مُتکبر ہوتا ہے۔ جیسے :-

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسیٰ فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۵	" قارُون۔ حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کی قوم میں سے تھا۔ اُن پر اُس نے

تکبر کیا ؛

۳-: بمعنی زنا اور فجور بھی آتا ہے :- کہ

لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ ۵	" اپنی لونڈیوں کو زنا پر مجبور مت کرو۔"

۴-: امام حق کے خلاف، خرُوج کرنے کے معنی میں آتا ہے :-

واقعات سے ثابت ہے۔ کہ حدیث میں آخری تین معنی مُراد نہیں ہو سکتے۔ بلکہ پہلے معنی ہی مُراد ہیں۔ کہ دم عثمان کا قصاص طلب کرنے والا۔ جنگ کی ابتداء تو خودُ حضرت علی رض نے کی تھی۔

اگر باغی کے لفظ کو چوتھے معنی پر رکھنے پر اصرار ہو۔ تو اس حقیقت پر بھی غور کرنا ہوگا۔ کہ :-

بغوت کا لفظ قید سے مُطلق ہو۔ تو اُس سے مُراد خود قاتل ہوتا ہے۔ آمر مُراد نہیں ہوتا ۔

بل القاتل عند الاطلاق الّذی قتله دوُن الّذی امر ره ۔ | " لفظ باغی مطلق ہو۔ جیسا حدیث میں ہے ۔ تو اُس سے مراد وُہ ہوتا ہے کہ جس نے خود قتل کیا ۔ نہ وُہ جس نے حکم دیا ۔"

لہٰذا اگر باغی کے لفظ سے خروج کنندہ کے معنے لئے جائیں ۔ تو مراد وُہ شخص واحد ہوگا ۔ جس نے عمار بن یاسر کو قتل کیا ۔ ساری جماعت مُراد نہیں ہوسکتی ۔

حدیث میں فئۃ کا لفظ موجود ہے ۔ تو اُس کی حقیقت یہ ہے ۔ کہ باغی جماعت وُہ تھی ۔ جس نے حضرت عثمان امام حق کے خلاف خروج کیا ۔ اور اُسے قتل کرکے حضرت علی رضؓ کی فوج میں مل گئی ۔

چونکہ فعل کی نسبت ، کبھی سبب فعل کی طرف کی جاتی ہے ۔ اس لئے فئۃ الباغیہ سے مُراد وُہ گروہ ہے ۔ جو حضرت علی رضؓ کی جماعت میں شامل تھا ۔ مثلاً جیسے

اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۔

" اے خدا ان بتوں نے اکثر لوگوں کو گمراہ کیا ۔ "

ظاہر ہے ۔ کہ بے جان پتھر کسی کو کیا گمراہ کرسکتا ہے ۔ مگر چونکہ یہ بُت انسانوں کی گمراہی کا سبب بنے ۔ اس لئے گمراہی کی نسبت اُن کی طرف کی گئی ۔

یہ تمام فتنے جو حضرت علی رضؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان اُٹھے ۔ اُن سب کا سبب یہی گروہ تھا ۔ جو قتل عثمان کا مُرتکب ہوا ۔ یہی

گروہ وُہ ہے۔ جس نے امام برحق کے خلاف خروج کیا۔ امام کو شہید کیا۔ پھر حضرت علی کی فوج میں شامل ہوکر مزید فتنوں کا باعث بنے حدیث میں جو فئۃ الباغیۃ کا لفظ آیا ہے۔ اُس سے مُراد یہی گروہ ہے۔ جنگ صفین کا سبب بھی یہی لوگ تھے۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے قتل کا سبب بھی وُہی ہوئے۔ اور عمار بن یاسر کے قتل کا سبب بھی یہی گروہ تھا جو حضرت علی کی فوج میں مل گیا تھا۔

الزام دھرنے والے اِس حدیث سے ایک تو امیر مُعاویہ کو باغی ثابت کرنا چاہتے تھے۔ دوُسرا اُن کے ایمان کی نفی۔ حالانکہ باغی کے لفظ کا اطلاق اُن معنوں میں امیر مُعاویہ پر اگر کیا بھی جائے۔ جو بہتان تراش چاہتے ہیں۔ تب بھی اُن کے ایمان کی نفی کا ثبوت اِس حدیث سے نہیں مل سکتا۔ کیونکہ کتاب اللہ اُس کی تردید کرتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احدٰھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتیٰ تفیئ الیٰ امر اللہ فان فاءت فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم الخ

" اگر اہل ایمان کی دو جماعتیں لڑ پڑیں۔ تو اُن میں صُلح کرا دو۔ اور اگر ایک جماعت دوُسری جماعت پر زیادتی کرے۔ تو باغی جماعت سے لڑو۔ یہاں تک کہ وُہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں۔ اگر لوٹ آئیں تو اُن کے درمیان عدل و انصاف سے صلح کرا دو۔ اور انصاف کرو۔ اللہ تعالےٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ مؤمن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تو اپنے بھائیوں میں صلح کرا دو۔"

اس آیت سے کئی امور ثابت ہوتے :۔

۱۔: باغی، کافر نہیں مومن ہے۔ بغاوت سے اُخوت اسلامی قطع نہیں ہوتی ÷

۲۔: باغی سے جنگ کی ابتدا کرنا ناجائز ہے۔ اگر معاویہ کو باغی ہی کہا جائے۔ تو حضرت علیؓ نے قرآن کی مخالفت کی۔ کہ اُن سے جنگ کرنے میں پہل کی ÷

۳۔: حکم یہ ہے۔ کہ اگر باغی پہلے جنگ کرے۔ تو صُلح کراؤ۔ تو حضرت علیؓ کا فرض تھا۔ کہ جب امیر معاویہ اور قاتلین عثمان کے درمیان تنازعہ اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ تو قرآن کے حکم کے مُطابق آپ اُن میں صُلح کراتے ÷

اور صلح کی کوشش کا طریقہ یہ تھا۔ کہ قاتلین عُثمان کو ورثاء مقتُول کے سپُرد کر دیتے۔ اگر ایسا کرنے کے بعد بھی وہ جماعت بغاوت پر تُل جاتی۔ تو اُس وقت قرآن کے حکم کے مُطابق اُن سے لڑنا جائز تھا۔

۴۔: یہ جنگ اُس وقت تک جاری رکھنے کا حکم ہے۔ جب تک باغی جماعت اللہ کے حکم کی طرف لوٹ نہیں آتی۔ مگر حضرت علیؓ نے تو امیر معاویہؓ سے صلح کر لی۔ اُس وقت تک جنگ کو جاری نہ رکھا۔ جس کا قرآن حُکم دیتا ہے۔ یہ بھی قرآن کے خلاف ہے ÷

۵۔: اگر امیر معاویہ باغی ہی تھے۔ تو حالت بغاوت میں قرآن کریم کی رُو سے صُلح کرنا حرام ہے۔ پھر صُلح کیوں کی ÷

اَب دو ہی راستے ہیں۔ یا تو امیر معاویہ کو باغی قرار دینے سے توبہ کر کے اُنہیں کامل مؤمن تسلیم کر لیا جائے۔ یا حضرت علیؓ کو قرآن کا

مخالف تسلیم کر کے حرام کا مُرتکب قرار دیا جائے ۔ ہمارے لئے تو پہلی صُورت قابل قبول ہے ۔ شیعہ کو اختیار ہے ۔ جو صُورت چاہیں ۔ پسند کر لیں ۔ اللہ اُن کو ہدایت دے ۔

(۹)

امیر معاویہؓ اور حضرت حسنؓ کی صلح

حضرت حسنؓ کا حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کرنے کا انکار تو نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اُس صلح کو حضرت حسنؓ کی مجبوری اور امیر معاویہؓ کی زیادتی کا نام دیا جاسکتا ہے۔ اِس لئے ضروری ہے۔ کہ اس سلسلے میں حقیقت نفس اورلا مری بیان کر دی جائے ؛

کیا صلح کا کوئی معاہدہ ہوا۔ یا نہیں ؟ اور ہوا تو کن شرائط پر۔ اُس کے جواب میں کتب شیعہ سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔:

(۱) شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ کی کتاب شافی کی تلخیص ابوجعفر طوسی نے کی۔ اُس کے صفحہ نمبر ۴۹۶ پر درج ہے۔:

انہ لاخلاف ان الحسن بایع معاویۃ وسلم الامر الیہ و خلع نفسہ و اخذ العطایا عنہ ۵	"اُس میں کوئی اختلاف نہیں حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ کی بیعت کیا۔ خلافت اُن کے سپرد کی ۔ خود

خلافت سے دستبردار ہوئے۔ اور امیر معاویہؓ سے عطیہ جات اور تحائف حاصل کرتے رہے۔"

اُس اقتباس سے صرف اتنا ہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ اُن دونوں کے درمیان ہوئی۔ بلکہ اس صلح کے نتیجے میں جن اُمور کا ذکر ہے۔ انہیں شرائط صلح کہئے۔ یا اور نام دیجئے۔ بہرحال اُس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ

(الف) حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ کو خلیفہ برحق تسلیم کر لیا ؛

(ب) آپ امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے ؛

(ج) آپ نے امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ؛

(د) آپ نے امیر معاویہؓ سے تحائف اور عطیے حاصل کئے۔

اِس صُورت حال سے ظاہر ہے۔ کہ یہ صُلح ہُوئی۔ اور نہایت دوستانہ ماحول میں ہُوئی ؛

۲-: فتح الباری ۱۳ : ۵۰ کا بیان بھی تائیداً یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ کہ

سلم الحسن لمعاویة الامر وبایعه علیٰ اقامة کتاب الله وسنت نبیّه ﷺ	" یعنی حضرت حسنؓ نے خلافت امیر معاویہؓ کے حوالے کر دی۔ اور اُن کی بیعت کر لی۔ اِس شرط پر کہ

وُہ کتاب اللہ اور سُنتِ رسُول کو قائم کریں گے۔"

ظاہر ہے۔ کہ حضرت حسنؓ کی تسلیم امر اور بیعت کے علاوہ یہاں شرائط کا ذکر بھی ہے ؛

۳-: مناقب شہر بن آشوب ۴ : ۳۳ طبع قم۔ میں صُلح سے پہلے صُلح کی کوشش کے سلسلے میں کچھ وضاحت کی گئی ہے :-

وانفذ الیٰ معاویة عبد الله ابن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب فتوثق منه لتاکید الحجة ان یعمل فیهم بکتاب الله وسنته نبیّه والامر من بعده شوریٰ ویُوصل الیٰ کلّ ذی	" حضرت حسنؓ نے عبداللہ کو امیر معاویہؓ کی طرف بھیجا۔ کہ اُن سے پختہ وعدہ لے۔ کہ لوگوں پر کتاب اللہ وسُنت رسُول کے احکام جاری کریں گے۔ اور اس کے بعد شوریٰ سے کام لیں گے۔

اور ہر حق دار کو اُس کا حق بھی دیں گے ۔"	حق حقہ ۵

اُس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت حسنؓ اپنی آزاد مرضی سے خُود صُلح کے لئے سلسلہ جنبانی کر رہے تھے۔ اور شرائط صُلح کے تیار ہے تھے ؛

۴ - ۲ تتمۃ المنتہیٰ - شیخ عباس قمی صفحہ نمبر ۳۰ پر اِس صُلح کے کچھ اثرات درج ہیں :-

" پس مُعاویہ با امام حسن جنگ کرد تا صلح واقع شد این جملہ بیست سال بود کہ امیر بود و بست سال دیگر بالاستقلال خلیفہ بود۔ پس مدت چہل سال امارت اُو طول کشید ۔"

" امیر مُعاویہ اور امام حسن کے درمیان جنگ ہُوئی - یہاں تک کہ اُن میں صُلح ہوگئی - امیر مُعاویہ ۲۰ برس امیر رہے - اور ۲۰ برس تک مُستقل خلیفہ کی حیثیت سے خلافت کی ۔"

اب دیکھنا یہ ہے - کہ اس چالیس برس کے عرصے میں اُن کے خلاف کوئی آواز اُٹھی - کہ وُہ ظالم ہیں - یا کسی کی حق تلفی کرتے ہیں - کوئی ہنگامہ ہُوا - کوئی جُلوس نکلا - کوئی ایجی ٹیشن ہُوئی - کچھ بھی نہیں - بلکہ اُس کے برعکس حضرت حسن دس برس تک امیر مُعاویہ سے عطیات حاصل کرتے رہے - اور ۲۰ برس تک حضرت حسینؓ اُن سے مال اور تحائف لیتے رہے ؛

امیر مُعاویہ کی رعایا پروری کا یہ عالم تھا - کہ حضرت علی اپنے دس شیعہ دے کر امیر مُعاویہ سے ایک جانباز لینے کی آرزو کرتے رہے ؛

امیر مُعاویہ کی اس داد و دہش کا ایک نقشہ مُلا باقر مجلسی نے اپنی کتاب

جلاء العیون صفحہ نمبر ۳۰۲ پر کھینچا ہے :-

"قطب راوندی نے جناب صادق سے روایت کی ہے۔ کہ ایک روز امام حسنؓ نے امام حسینؓ اور عبداللہ بن جعفر سے فرمایا۔ کہ خرچ معاویہ کی طرف سے پہلی تاریخ کو نہیں پہنچے گا۔ جب پہلی تاریخ آئی۔ جس طرح حضرت نے فرمایا تھا۔ خرچ معاویہ کی طرف سے پہنچا۔ اور امام حسنؓ بہت قرضدار تھے۔ جو کچھ اس نے حضرت کے لئے بھیجا تھا۔ اس سے اپنا قرض ادا کیا۔ اور باقی اہل بیت اور اپنے شیعوں میں تقسیم کیا۔ اور امام حسینؓ نے بھی اپنا قرض ادا کیا۔ اور جو باقی رہا۔ اس کے تین حصے کئے۔ ایک حصہ اپنے اہل بیت اور شیعوں کو دیا۔ اور دو حصے اپنے عیال کے لئے بھیجے۔ اور عبداللہ بن جعفر نے بھی اپنا قرض ادا کیا۔ اور جو باقی بچا۔ وہ معاویہ کے ملازم کو انعام میں دے دیا۔ اور جب یہ خبر معاویہ کو پہنچی۔ تو اس نے عبداللہ بن جعفر کے لئے بہت مال بھیجا۔"

ملا باقر مجلسی کے اس بیان سے یہ ظاہر ہی ہے۔ کہ امیر معاویہؓ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو اہل بیت کو کثیر مال بھیجا کرتے تھے۔ یہ اسی صلح ہی کا نتیجہ تو تھا۔ مگر ایک نئی بات اس بیان سے ظاہر ہوتی ہے۔ کہ آئمہ کو اپنے کنبے کی پرورش کے علاوہ اُن مفت خورے شیعوں کا بوجھ بھی تھا۔ جو خواہ مخواہ آئمہ کے سروں پر سوار تھے۔ اور ہر مہینہ کی پہلی تاریخ کو امیر معاویہؓ کی بخشش سے حصہ بھی لیتے۔ اور پھر اُسے گالیاں بھی دیتے ہیں۔

۵۔ رجال کشی صفحہ نمبر ۷۲ پر بیعت کی وضاحت کی گئی ہے :- کہ

عن فضیل بن ارشد قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول ان معاویۃ کتب الی الحسن بن علی صلوات	"فضیل بن ارشد کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر سے سُنا۔ وہ کہتے تھے کہ معاویہؓ نے حضرت حسنؓ کو لکھا۔ کہ

اللہ علیھما ان انہ مرانت والحسین	آپ معہ حسینؓ واصحاب عمارؓ میرے
واصحاب علی فخرج معہم قیس بن	پاس شام آجائیں۔ پس وہ شام آگئے
سعد بن عبادہ الانصاری فقدموا	اور قیس بن سعد بن عبادہ انصاری
الشام فاذن لھم معاویۃ واعد لھم	بھی اُن کے ہمراہ آگیا۔ امیر معاویہؓ
الخطبا فقال یاحسن قم	نے اُن کو اجازت دی۔ اور اُن کے
فبایع فقام فبایع ثم قال	استقبال کے لئے خطیب مقرر کئے
للحسین قم فبایع فقام فبایعہ	پھر امیر معاویہؓ نے کہا۔ اے حسنؓ

اُٹھو۔ اور میری بیعت کرو۔ حضرت حسنؓ نے بیعت کی۔ پھر حضرت حسینؓ کو کہا۔ اُٹھو اور میری بیعت کرو۔ تو حضرت حسینؓ نے بھی بیعت کی۔"

رجال کشی کے اس بیان سے ظاہر ہے۔ کہ حسینؓ اور شیعان علی شام میں گئے اور امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر اس معاہدہ بیعت کو نباہا، ۱۰ برس حضرت حسنؓ وظیفہ لیتے رہے۔ اور ۲۰ برس حضرت حسینؓ امیر معاویہؓ سے وظیفہ لیتے رہے۔ نہ گلا، نہ شکوہ، نہ شور، نہ ہنگامہ، واقعی حلف وفاداری کا یہی تقاضا تھا۔

یہ تو سب کچھ ہوگیا۔ مگر ہمارے بھولے بادشاہ شیعہ بھائی کہتے ہیں کہ اصل میں حسنینؓ نے تقیہ کرکے بیعت کی تھی۔ ہمیں تو اُس کا علم نہیں۔ کیونکہ حسنینؓ نے اُس کا کہیں اظہار نہیں۔ کیا ہوسکتا ہے۔ شیعوں کو کان میں یہ راز بتا گئے ہوں مگر اُس سے تو کئی نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً:-

۱:- فعل امام بقول شیعہ حجت ہے۔ اسی لئے اُن کے شیعوں نے بھی امیر معاویہؓ کی بیعت کرلی۔ اور انہیں امام برحق تسلیم کرلیا۔ تو پھر آپ لوگ امام کی پیروی کیوں نہیں کرتے اگر آئمہ کی پیروی میں عالم محسوس کرتے ہیں۔ تو

اُن شیعوں کی پیروی ہی کرو۔ جنھوں نے امیر مُعاویہؓ کو خلیفہ برحق تسلیم کر لیا۔ اور ہر پہلی تاریخ کو امام کے وظائف میں سے اپنا حصّہ وصُول کرلیا کرتے تھے ۔

۲-: اگر آئمہ نے تقیہ کرکے بیعت کی۔ تو اُس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ امیر مُعاویہؓ کو انہوں نے غاصب یا ظالم سمجھا ہُوا تھا۔ پھر تو سلطنت کی ساری آمدنی ہی حرام ہوئی۔ اور حضرت حسنؓ ۱۰ برس تک اور حضرت حسینؓ ۲۰ برس تک اُس حرام مال پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور اُس حرام نے اُن کا کچھ نہ بگاڑا۔ اور تقیہ واقعی ایسی ہی ٹانک ہے آپ لوگ اُسے کیوں استعمال نہیں کرتے۔ امیر مُعاویہؓ کو خلیفہ برحق تسلیم کرلو۔ آئمہ کی سُنّت پر عمل کرنے کا ثواب الگ اور تقیہ کا ثواب الگ جو ۹/۱۰ حصّہ دین ہے۔ ہم تو آپ کی خیر خواہی کی بنا پر کہتے ہیں۔ کہ یہ نہایت نفع بخش تجارت ہے۔ آپ لوگوں کے ذہن اُسے کیوں قبول نہیں کرتے۔ اور تقیہ کو ترک کرکے بے دینی کو کیوں گلے کا ہار بنائے بیٹھے ہیں ۔

۳-: چلئے تقیہ کرکے بیعت کرلینا۔ تو مجبُوری ہوئی۔ مگر عُمر بھر تقیہ کرکے حرام کھانے میں کونسی مجبوری ہے۔ اگر یہ اصول درُست ہے۔ تو حرام کا وجود ہی منتفا ہو جائے گا۔ بلکہ حرام کا لفظ ہی لغت سے خارج کرنا پڑے گا۔

(۶) مناقب شہر بن آشوب میں صلح کی شرائط میں قیام کتاب وسُنّت کا ذکر ہے۔ مگر شیعہ کے ایک چوٹی کے عالم شیخ عباس قمی کی کتاب منتہی الامال ۱: ۲۳۰ میں ذرا تفصیل دی گئی ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"صلح کرد حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام با معاویہ بن ابی سفیان کہ معترض او نگردد بشرط آنکہ او عمل کند درمیان مردم بکتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور سیرت خلفائے شائستہ"

"صلح کی حسنؓ بن علیؓ نے معاویہؓ بن ابی سفیان کے ساتھ کہ وہ جھگڑا نہیں کریں گے۔ بشرطیکہ معاویہ، مسلمانوں کے درمیان کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور سنت خلفائے راشدین کے مطابق فیصلہ کریں۔"

لیجئے امام حسنؓ نے تو ایک جملے سے دو مسئلے حل کر دیئے:۔

۱:۔ انہوں نے امیر معاویہؓ کے سامنے کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ کے ساتھ سنت خلفائے راشدین کی پیروی کی شرط بھی رکھ دی۔ ظاہر ہے کہ اگر سنت خلفائے راشدین وہی ہے۔ جو کتاب اللہ اور سنت رسولؐ ہے۔ تو اُن سے خدا واسطے کا بیر کیوں؟

۲:۔ امیر معاویہؓ کے سامنے یہ شرط رکھنا ظاہر کرتا ہے۔ کہ حضرت حسنؓ کے نزدیک سنت خلفائے راشدین بعینہٖ کتاب اللہ اور سنتِ رسول ہے۔

۳:۔ حضرت حسنؓ کے اس بیان کی حضرت علیؓ کے عمل سے تائید بھی ہوتی ہے۔ حضرت علی رضؓ نے عمر بھر خلفائے ثلٰثہ کی کسی پالیسی میں ذرہ برابر تبدیلی نہیں کی۔ بفرض محال اگر خلفائے ثلٰثہ کا طریقہ کتاب وسنت کے خلاف تھا۔ تو حضرت علیؓ کا فرض تھا۔ کہ اُسے بدل دیتے ورنہ وہ کتاب و سنت کی مخالفت کے جرم سے بچ نہیں سکتے۔ جب اُنہوں نے خلفائے ثلٰثہ کے طریقے پر ہی حکومت کی۔ تو مہر لگا دی۔ کہ خلفائے ثلٰثہ کا طریقہ کتاب

وسُنت کے عین مُطابق تھا ؛

۷ - کشف الغمہ ۲ : ۱۹۶ پر ہے :-

ومن كلامه عليه السلام ما كتبه في كتاب الصلح الذي استقر بينه وبين معاوية حيث رأى حقن الدماء واطفاء الفتنة وهو بسم الله الرحمٰن الرحيم هٰذا ما صالح الحسن بن علي ابن ابي طالب معاوية ابن ابي سفيان صالح على ان يسلم الامر اليه ولاية امر المسلمين على ان يعمل فيهم بكتاب الله وسنته رسول الله وسيرة خلفاء الراشدين وليس لمعاوية بن ابي سفيان ان يعهد الى احد من بعده عهداً بل تكون الامر من بعده شورىٰ بين المسلمين ولما تم الصلح التمس معاوية من الحسن عليه السلام ان يتكلم بجمع من الناس ويعلمهم انهٗ بايع معاوية وسلم الامر اليه فاجابهٗ الى

"حضرت حسنؓ کی کلام سے وُہ تحریر ہے۔ جو اُس صلح کے وقت لکھی گئی جو اُن کے اور امیر مُعاویہؓ کے درمیان ہوئی۔ جب آپ نے خون ریزی اور فتنہ کو مٹانے کے لئے کی تھی۔ حسنؓ بن علیؓ نے مُعاویہؓ بن ابی سفیان کے ساتھ ان شرائط پر صلح کی۔ کہ حسنؓ نے حکومت کا کاروبار اور مُسلمانوں کی امامت امیر مُعاویہؓ کے سپُرد کر دی۔ اور امیر مُعاویہؓ عہد کرے۔ کہ وُہ کتاب اللہ اور سُنت رسُولُ اللہ اور سُنت خلفائے راشدین کے مُطابق حکومت کرے گا۔ اور امیر مُعاویہؓ اُس سلسلے میں کسی اور کے ساتھ مُعاہدہ نہیں کرے گا۔ بلکہ حکومت کا کام مُسلمانوں کی شوریٰ کے سپُرد کرے گا۔ جب صُلح مکمل ہو گئی۔ تو امیر مُعاویہؓ نے حضرت حسنؓ

ذالک وخطب ہ | سے درخواست کی۔ کہ آپ لوگوں
کو خطاب کریں۔ اور بتائیں۔ کہ آپ نے میری بیعت کر لی ہے۔ اور خلافت میرے سپرد کر دی ہے۔ حضرت حسنؓ نے اُس کے جواب میں عوام سے خطاب کیا۔"

یہ بیان کشف الغمہ میں دیا گیا ہے۔ وہ دراصل منتھی الآمال کی تائید ہو رہی ہے۔ کہ ابھی اُوپر گزر چکا ہے۔ اس میں یکبات نئی ہے۔ کہ امیر معاویہؓ اُس کے بعد اولی الامر کے متعلق خود فیصلہ نہیں کریں گے۔ بلکہ یہ معاملہ مسلمانوں کی شوریٰ کے سپرد کر دیں گے۔ تو پھر امیر معاویہ نے اُس کی خلاف ورزی کر کے یزید کو خلیفہ کیوں مقرر کیا ::

بات تو وزنی معلوم ہوتی ہے۔ مگر واقعات یہ بتاتے ہیں۔ کہ امیر معاویہؓ نے بیک وقت دو اماموں کی پیروی کی۔ اوّل انہوں نے حضرت علیؓ کی سنت پر عمل کیا۔ کہ اپنے بیٹے کو خلافت دی تھی۔ حالانکہ اُن سے پہلے کسی خلیفہ کا یہ عمل نہیں رہا۔ تو حضرت علیؓ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے امیر معاویہؓ نے بھی اپنے بیٹے کو خلیفہ بنا دیا۔

دوم حضرت حسنؓ نے اپنے والد کی سنت کے خلاف کرتے ہوئے نہ تو اپنی اولاد کو خلافت دی۔ نہ اپنے بھائی کو بلکہ امیر معاویہؓ کو دے دی۔ تو امیر معاویہؓ نے حضرت حسنؓ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے معاملہ صرف شوریٰ پر نہ چھوڑا۔ بلکہ اپنی رائے ظاہر کر کے اہل الرائے سے رائے لے لی۔ اور یزید کے حق میں بیعت خلافت ہو گئی۔ اگر اُسے عہد کی خلاف ورزی ہی کہیں۔ تو یہ عہد شکنی تو بڑی مبارک ہے۔ کہ اُس سے دو اماموں کی سُنت زندہ کر دی گئی ::

صُلح تو ہوگئی۔ مگر مُحبان اہل بیت اور شیعان کرام کا ردِ عمل بھی بُھلا دینے کے قابل نہیں۔

۱:۔ منتہی الآمال، شیخ عباس قمی، ا: ۲۲۸، شیعہ نے کہا:۔

کفر واللہ الرجل ۵ | " یعنی خُدا کی قسم! یہ شخص (امام حسنؓ) کافر ہوگیا ۔"

"مُحبت کی ادائیں ملاحظہ ہو۔ امام "معصُوم" کے مُتعلق اُن کا محبوب شیعہ فتوے دے رہا ہے۔ کہ امام کافر ہوگیا۔"

۲:۔ "ملعون از قبیلہ بنی اسد کہ اورا جراح بن سنان میگفتند ناگہاں بیامد و لجام مرکب آں حضرت گرفت و گفت اے حسن کافر شدی چنانکہ پدرت کافر شد "

"قبیلہ بنی اسد کا ایک ملعون جراح بن سنان آیا۔ حضرت حسنؓ کے گھوڑے کی باگ پکڑلی۔ اور کہا۔ اے حسنؓ! تُو کافر ہوگیا۔ جیسا کہ تیرا باپ کافر ہوگیا تھا۔"

لیجئے یک نہ شُد دوشُد۔ محب اہل بیت نے فتوٰی دیا۔ کہ دُوسرا امام بھی کافر ہوگیا۔ جیسے پہلا امام کافر ہوا تھا۔ ملعُون سہی۔ مگر آخر تھا تو شیعہ اس لئے تقیہ کرکے محب اہل بیت بنا ہوگا۔ یا تقیہ کرکے یہ فتوے دیا۔ اور اپنی جماعت کا ردِ عمل بیا گیا۔

۳:۔ مناقب شہر بن آشوب ۴ : ۳۳ پر ہے :۔

فقالوا واللہ یرید ان یصالح معاویۃ ویسلم الامر الیہ کفر واللہ الرجل کما کفر ابوہ | " پس شیعوں نے کہا۔ کہ خدا کی قسم! امام حسنؓ کا ارادہ ہے۔ کہ مُعاویہؓ سے صُلح کرلے۔ اور

فانتهبوا فسطاطه
حتی اخذوا مصلاً
من تحته ونزع مطرفه عبدالرحمٰن
بن جعال وطعنه جراح بن سنان
فی فخذه ۵

حکومت اُس کو دے دے۔ خُدا کی قسم
حسنؓ کافر ہوگیا۔ جیسا کہ اُس کا باپ
کافر ہوگیا تھا۔ پھر اُنہوں نے امام
حسنؓ کے خیمہ پر حملہ کر کے لُوٹ
مچا دی۔ اُن کے نیچے سے اُن کا مُصلّےٰ
گھسیٹ لیا۔ عبدالرحمٰن بن جعال نے اُن کی چادر چھین لی۔ اور جراح بن سنان نے اُن کی ران پر نیزہ مار کے زخمی کر دیا۔"

شیعہ بھائی واقعی بھولے بادشاہ ہی ہیں۔ اُن کا سارا کاروبار اُس جذباتی نعرے کے بل بوتے پر چلتا ہے۔ کہ ہم محبانِ اہل بیت ہیں۔ اور اس سارے ہنگامے کی رونق کا باعث یہی دعوےٰ ہے۔ مگر کوئی بتائے کہ کیا یہ محبت کی ادائیں ہیں۔ کہ

۱:۔ اہل بیت کی محبت کے دعوےٰ کے ساتھ ساتھ اہل بیت کو کافر کہا جا رہا ہے؟

۲:۔ ایک طرف علی ولی اللہ وصی رسول اللہ کے شور سے آسمان سر پر اُٹھا رکھا ہے۔ دوسری طرف کہا جا رہا ہے۔ کہ علیؓ کافر ہوگیا ؟

۳:۔ محبُوب کا گھر لُوٹا جا رہا ہے۔ چادر چھینی جا رہی ہے۔ حملہ کیا جا رہا ہے۔ نیزے چلائے جا رہے ہیں۔ زخمی کیا جا رہا ہے؟

یہ سب کچھ کرنے کے باوجود محبت اہل بیت کے گیت گائے جا رہے ہیں ؟

ہے کوئی دانشور جو اس مُعمّہ کو حل کر سکے۔ ہے کوئی مؤرخ۔ جو یہ بتا سکے۔ کہ تاریخ محبت میں کسی چاہنے والے نے اپنے محبوب کے

ساتھ وہ سلوک کیا ہو۔ جو شیعوں نے اماموں کے ساتھ کیا۔ ع

وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا

اب ذرا آئمہ اپنے " چاہنے والوں " کی خدمات کا اعتراف کس انداز میں فرمایا ہے:۔

۱:۔ مناقب شہر بن آشوب ۴ :۴۳ پر ہے:۔

قال الحسن علیہ السلام یا اہل العراق انما سخی علیکم بنفسی ثلاث قتلکم ابی، و طعنکم ایای و انتہابکم متاعی ۃ	" امام حسنؓ نے فرمایا۔ اے اہل عراق، تم میں سے میں نے اپنی جان کو ہٹا لیا۔ اس کے تین وجوہ ہیں۔ تم نے میرے والد کو قتل کیا۔ دوسرا

تم نے نیزہ مار کر زخمی کیا۔ تیسرا تم نے میرا مال لوٹا۔ "

شیعہ بھائیو! واقعی تم محبت اہل بیت میں بے مثل اور لاجواب ہو۔ امام نے تمہیں سرٹیفکیٹ دے دیئے۔ خدا کرے۔ قیامت میں تمہارے کام آجائیں ؛

پہلا سرٹیفکیٹ یہ ہے۔ کہ میرے جاں نثارو۔ تم نے میرے والد کو قتل کیا۔ دوسرا یہ ہے۔ کہ میرے جانبازو! تم میری جان کے لاگو ہوئے۔ مجھے نیزے مار کر زخمی کیا۔ فرق رہ گیا۔ کہ تم میری جان نہ لے سکے۔ تیسرا یہ ہے۔ کہ میرے جان سپارو۔ تم نے میرا مال لوٹنے میں کوئی کسر نہ رہنے دی ؛

زندہ باد محبانِ اہل بیت! پائندہ باد۔ جان نثارانِ خاندان نبوت!

۲:۔ جلاء العیون۔ مُلا باقر مجلسی صفحہ نمبر ۳۲۳ پر ہے:۔

" زید بن وہب جہنی امام حسنؑ کے پاس آیا۔ اور کہا۔ اے ابن رسول! کیا مصلحت ہے۔ تحقیق لوگ اس کام میں متحیر ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ خدا کی قسم اس جماعت سے میرے لئے معاویہ بہتر ہے۔ کہ یہ لوگ دعوے کرتے ہیں۔ کہ ہم شیعہ ہیں۔ اور میرا ارادہ قتل کا کیا۔ میرا مال لوٹ لیا۔ بخدا اگر معاویہ سے میں عہد لوں۔ اور اپنا اس سے بہتر ہے۔ کہ یہ لوگ اور اپنے اہل وعیال میں بے خوف ہو جاؤں۔ اس سے۔ کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں۔ اور میرے اہل وعیال اور میرے عزیز وقریب ضائع ہو جائیں۔ خدا کی قسم اگر میں معاویہ سے جنگ کردں۔ تو یہی لوگ مجھے اپنے ہاتھ سے پکڑ کے معاویہ کو دے دیں گے۔ خدا کی قسم اگر میں معاویہ سے صلح کر لوں۔ اور عزیز رہوں اس سے بہتر ہے۔ کہ اس کے ہاتھ میں آجاؤں۔ اور مجھے بذلت وخواری قتل کرے یا مجھ پر احسان کر کے چھوڑ دے۔"

محبت کی عملداری دیکھئے۔ " امام معصوم " نے صلح کی۔ اور لوگ متحیر ہیں۔ کیوں؟ کیا وہ لوگ جو اپنے کو شیعہ کہتے ہیں۔ اپنے امام سے زیادہ معاملہ فہم ہیں۔؟ اگر ایسی بات ہے۔ تو اس امام سے انہیں کیا لینا ہے۔ شیعیت کی تہمت کو گلے کا ہار بنا رکھا ہے۔

امام کو اپنے شیعوں سے اتنا خطرہ ہے۔ کہ جان محفوظ ہے نہ مال۔ یہ سلوک تو یزید نے بھی اہل بیت سے نہیں کیا تھا۔

شیعوں کا اپنے امام سے وفاداری کا یہ حال ہے۔ کہ امام کو یقین ہے۔ کہ ان کو موقعہ ہاتھ آئے۔ تو امام کو پکڑ کر دشمن کے حوالے کر دیں ؂

امام کو معاویہؓ کے ہاتھوں قتل ہونا بھی پسند ہے۔ اور اپنے اُن شیعوں سے کس طرح جان چھڑانا چاہتے ہیں :
ایسی انوکھی محبت دُنیا میں کسی نے کم ہی دیکھی ہو گی۔
۳۔ محبان اہل بیت نے ابوالائمہ حضرت علیؓ سے جو سلوک کیا۔ ملاحظہ ہو۔ جلاء العیون صفحہ نمبر ۳۲۶ پر ہے :۔
" جب امیرالمؤمنین سے بیعت کی۔ پھر اُن سے بیعت شکستہ کی۔ اور شمشیر اُن پر کھینچی اور امیرالمؤمنین ہمیشہ اُن سے بمقام مجادلہ و محاربہ تھے۔ اور اُن سے آزاد اور مشقت پاتے تھے۔ یہاں تک کہ اُن کو شہید کیا۔ اور اُن کے فرزند امام حسنؓ سے بیعت کی۔ اور بعد بیعت کرنے ان سے غدر کیا۔ اور مکر کیا۔ اور چاہا۔ کہ انہیں دشمن کو دے دیں۔ اہلِ عراق سامنے آئے۔ اور خنجر اُن کے پہلو پر لگایا۔ اور خیمہ اُن کا لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ اُن کی کنیز کے خلخال تک اُتار لئے۔ اور اُن کو پریشان کیا۔ تا آنکہ انہوں نے معاویہ سے صلح کر لی۔ اور اپنے اہل وعیال و اہل بیت کے خون کی حفاظت کی۔ اور ان کے اہل بیت بہت کم تھے۔ پس ۲۰ ہزار مردم عراقی نے امام حسینؓ سے بیعت کی۔ اور جنہوں نے بیعت کی تھی۔ خود اُنہوں نے شمشیر امام حسینؓ پر کھینچی۔ اور ہنوز بیعت ہائے امام حسینؓ اُن کی گردنوں میں تھی۔ کہ امام کو شہید کیا۔ اور بعد اُن کے ہمیشہ ہم اہل بیت پرستم کئے۔ ہم کو ذلیل کیا۔ ہمارے حق سے ہم کو دُور کیا۔ اور اموال سے محروم کیا ہمارے مارنے میں کوشش کی اور خائف و ترساں رکھا۔ ہم اپنے خون اور اپنے دوستوں کے خون پہ ایمن نہ تھے۔ اُن جھوٹوں نے ہم کو محل دروغ و

انکار قرار دے دیا۔ اور ہم پر دروغ وافترا باندھنے میں اپنے قاضیوں اور والیوں اور حاکموں اور ہر شہر و دیار والوں سے تقرب حاصل کیا۔ اور ہماری ضرر رسانی کے لئے حدیثیں وضع کیں۔ اور جھوٹے باتیں ہم پر باندھیں کہ ہم نے نہ کہی تھیں۔ اور چند کام ہم سے ایسے منسوب کئے۔ جو ہم نے نہ کئے تھے۔ یہاں تک کہ لوگوں کو ہمارا دشمن بنا دیا۔،،

یہ طویل روایت جلاء العیون میں امام باقر سے منقول ہے۔ کہ یوں سمجھئے۔ کہ تین امام مُدعی ہیں۔ ایک گواہ ہے اور دعوئی اماموں کا اپنے شیعوں کے خلاف ہے ؛

۱: شیعوں نے ہمیشہ حضرت علیؓ کو پریشان کئے رکھا۔ آخر عبدالرحمٰن ابن ملجم نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر حضرت کو قتل کیا۔ اب شیعہ اپنے جرم کو چھپانے کے لئے کہتے ہیں۔ وُہ تو خارجی تھا۔ خارجیوں میں تقیہ نہیں۔ وُہ تو کفر پر بھی اڑے تو ڈٹ گئے۔ یہ کام شیعہ ہی کا ہے ؛

۲: شیعوں نے پہلے امام حضرت علیؓ کو ٹھکانے لگانے کے بعد اُنکے بیٹے حضرت حسنؓ کے ساتھ محبت کا رشتہ استوار کرنا شروع کیا۔ جنہوں نے حضرت حسنؓ سے بیعت کی تھی۔ انہوں نے امام حسنؓ کو زخمی کیا، مال لوٹا اور قتل کے درپے ہوئے ؛

۳: مُلا باقر نے تو یہاں ایک اور عقدہ بھی حل کر دیا۔ کہ امام حسنؓ نے امیر مُعاویؓہ سے صُلح کیوں کی۔ انہیں شیعوں سے اپنی جان مال، عزت و آبرو عزیز و اقارب کا خطرہ تھا۔ اُن ساری چیزوں کی حفاظت کے لئے امام حسنؓ نے امیر مُعاویؓہ کو موزُوں ترین

آدمی سمجھ۔ اور واقعی امیر معاویہ رضؓ نے ثابت کر دکھایا۔ کہ وہ حضرت امام حسنؓ کی جان ومال، عزت وآبرو کے محافظ ہیں۔ اب یہ فیصلہ کرنا ہر سوچنے والے آدمی کا اپنا کام ہے۔ کہ حضرت حسنؓ کے جانی دشمن تھے۔ یا امیر معاویہؓ تھے۔ یہ تو وہی بات ہوئی۔ کہ ہوشیار چور ہی کرکے شور کرنے کی آواز میں آواز ملا کر چور چور کہنا شروع کر دے :

امام باقر نے تصدیق کر دی۔ کہ امام حسنؓ نے اعلان کیا۔ آئمہ کے بدترین دشمن یہ شیعہ لوگ ہیں :

۴۔: جن شیعوں نے امام حسینؓ سے بیعت کی۔ اُنہوں نے ہی امام کو شہید کیا۔ یعنی امام باقر کا بیان ہے۔ کہ تین اماموں کو شیعوں نے شہید کیا :

۵۔: امام باقر کا بیان ہے۔ کہ شیعہ دھوکہ باز، مکار اور فریبی ہیں۔ ائمہ کے خلاف بہتان تراشی اور افترا پردازی، شیعوں کا محبوب مشغلہ ہے :

۶۔: آئمہ کی جان، مال، آبرو تو ایک طرف شیعوں نے آئمہ کے دین کو بگاڑنے کی مہم بھی ہمیشہ چلائے رکھی۔ حدیثیں وضع کیں اماموں سے جھوٹی باتیں منسوب کیں :

امام باقر نے تو ایک اور عقدہ حل کر دیا۔ کہ امام سے ایک ملاقات کرکے ستر ہزار حدیثیں پڑھ لینے کا دعویٰ اس بات کا آئینہ دار ہے کہ شیعوں نے حدیثیں وضع کرنے کا کاروبار تھوک کے حساب سے شروع کر رکھا تھا۔ یہ صحابہ کرام کے خلاف حدیثوں کی بھرمار اسی تھوک کاروبار کا اصل سٹاک ہے :

اسی جلاء العیون میں مُلا باقر مجلسی نے شیعوں کی اس لوٹ مار کے مُقابلے میں امیر مُعاویہؓ کا طرزِ عمل بھی کہیں کہیں بیان کر دیا ہے۔
چُنانچہ جلاء العیون صفحہ نمبر ۲۹۷ پر ہے :-
" ایک بار امام حسنؓ شام گئے۔ حضرت امیر مُعاویہؓ کے پاس کہیں سے مال خراج آیا تھا۔ کثیر التعداد میں۔ اس تمام مال کو اُٹھا کر حضرت مُعاویہؓ نے امام حسنؓ کو دے دیا۔ اور بڑا اعزاز و اکرام کیا۔"
پھر اُسی جلاء العیون صفحہ نمبر ۲۹۸ پر ہے :- کہ
" امیر مُعاویہؓ ایک بار مدینہ منورہ گئے۔ اور مجلس عام میں بیٹھ کر تمام اشراف مدینہ کو پانچ پانچ ہزار دیا۔ کسی کو زیادہ بھی دیا۔ حسب مراتب تقسیم کیا۔ اُس کے بعد امام حسنؓ آئے۔ تو جتنا مال تمام لوگوں کو تقسیم کیا تھا۔ اتنا امام حسنؓ کو دیا۔"
کتنا بڑا المیہ ہے۔ کہ اماموں کا مال لوٹنے والے شور مچاتے ہیں کہ مال و دولت سے اماموں کی جھولیاں بھرنے والا۔ اور اماموں کی جان و مال کا محافظ اماموں کا دشمن ہے۔ ؎

دیتے ہیں طعنۂ اصنام پرستی ہم کو !
سجدہ کرتے ہوئے نکلے ہیں جو بت خانے سے

پنجابی میں ایک بول ہے۔ ؏
ماہیا ہنیں مُکدا ایہ لمبیں کہانی اے

اسی طرح اماموں کے ساتھ اور اہل بیت کے ساتھ شیعوں کی محبت کی داستان تو اتنی طویل ہے۔ کہ اُس کی تلخیص کے لئے کئی دفتر درکار ہیں۔ ہم نے نمونے کے طور پر چند مثالیں پیش کر دی

ہیں۔ جن سے ظاہر ہے۔ کہ امام تو قدم قدم پر دہائی دے رہے ہیں۔ کہ ہمیں عاشقوں سے بچاؤ۔ جو ہماری جان کے لاگو ہیں۔ ہمارے مال کے ڈاکو ہیں۔ ہماری رسوائی کے درپے ہیں۔ ہمارے مذہب کو بگاڑنے اور ہمیں بدنام کرنے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ شیعہ چلا چلا کر شور مچا رہے ہیں۔ کہ امیر معاویہ رض ظالم ہے۔ اور امام اعلان پر اعلان کر رہے ہیں۔ کہ دوستی کا دم بھرنے والوں کے مقابلے میں ہمیں یہ دشمن زیادہ عزیز ہے۔ گویا کہہ رہے ہیں:-

”ہمیں ہمارے دوستوں سے بچاؤ۔“

(۱۰)

سیرتِ حضرت امیر معاویہؓ ایک نظر میں!

حضرت معاویہؓ کی زندگی کے قریباً تمام پہلوؤں کا اجمالی جائزہ پیش کر دیا ہے۔ اُن گلہائے رنگا رنگ کو ایک گلدستہ کی صورت میں پیش کیا جائے۔ تو وُہ کچھ اِس طرح بنتا ہے :

۱۔: ایمان امیر معاویہؓ :۔ حضرت علیؓ نے اعلان عام کے ذریعے واضح فرما دیا۔ میرا اور امیر معاویہؓ کا ایمان برابر ہے۔ نہ میرا ایمان اُن سے زیادہ ہے اور اُن کا ایمان مجھ سے بڑھا ہوا ہے۔ لہٰذا امیر معاویہؓ کے ایمان میں شبہ کرنا دراصل حضرت علیؓ کے ایمان کے متعلق شک کا اظہار ہے :

۲۔: امیر معاویہؓ اور عبادت الٰہی :۔ جہاں تک آپ کی شخصی سیرت کے اس پہلو کا تعلق جو بندے اور خدا کے درمیان ہے شیعہ کتب میں اُس کی شہادت موجود ہے۔ کہ آپ بڑے عبادت گزار تھے۔

منتہی الآمال شیخ عباس قمی ۲۲۸؍۱ پر امیر معاویہؓ کا نماز کا پابند ہونا۔ جمعہ کا خطبہ دینا، حج کرنا، صاف طور پر مذکور ہے۔ اور جلاء العیون صفحہ نمبر ۲۳۲ پر ذکر ہے۔ کہ امیر معاویہؓ تہجد خوان تھے

۳۔: امیر معاویہؓ اور محبت رسولؐ :۔ آپ کو حضورِ اکرمؐ سے قلبی محبت تھی۔ اور حضورؐ کو امیر معاویہؓ کی امانت و دیانت اور وفاداری پر

اعتماد تھا۔ جبھی تو بحکم خدا امیر معاویہؓ کو کاتب الوحی مقرر فرمایا۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے اپنی مشہور کتاب عوارف المعارف میں لکھا ہے۔ کہ حضور اکرمؐ نے ایک دفعہ خوش ہوکر کعبؓ بن زہیر شاعر کو اپنی چادر مرحمت فرمائی۔ امیر معاویہؓ کو معلوم ہوا۔ کہ حضرت کعبؓ کے پاس حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی چادر مبارک ہے۔ تو امیر معاویہؓ نے دس ہزار روپیہ پیش کیا۔ کہ چادر مجھے دے دیں۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا :۔

ما کنت لا دشر بثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احداً۔	یعنے جہاں تک حضورؐ کی چادر کا تعلق ہے۔ میں کسی کو اپنی ذات

پر ترجیح نہیں دیتا ؎

جب حضرت کعبؓ فوت ہوگئے۔ تو امیر معاویہؓ نے اُن کی اولاد سے ۲۰ ہزار روپیہ کے عوض وہ چادر حاصل کرلی۔ اور اُسے کفن میں رکھا تھا ؎

بعض بھولے بادشاہ کہدیتے ہیں۔ کہ چادر سے کیا ہوتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تو عبداللہ بن ابی کو اپنا کرتہ کفن میں دیا تھا۔ بے چارے یہ لوگ حافظے کے ذرا کمزور ہوتے ہیں۔ حضورؐ کی چادریں اگر کچھ نہ ہوتا۔ تو ایک دفعہ اوڑھنے سے وہ لوگ اہل بیت بن گئے۔ جو دراصل اہل بیت نہیں تھے۔ تو کیا حضورؐ کی چادر میں برکت بس اتنی ہی تھی۔ جو اہل بیت بنانے میں خرچ ہوگئی ؎

دوسری بات یہ ہے۔ کہ حضورؐ کی عادت مبارک تھی۔ کہ کسی کے احسان کا بدلہ دیئے بغیر نہ رہتے تھے۔ عبداللہ بن ابی نے یوم بدر میں

حضرت عباسؓ کو کُرتہ دیا تھا۔ تو حضورؐ نے اپنے چچا کے ساتھ اُس کے احسان کا بدلہ چکا دیا ۔

پھر یہ ہے ۔ کہ عبداللہ بن ابی نے طلب کب کیا تھا۔ کہ اُس کی طرف سے محبت رسول کا اظہار تصور ہوتا۔ اُس سے تو حضورؐ کی رحمت اور ذرہ نوازی کا ثبوت ملتا ہے ۔ نہ کہ عبداللہ کی محبت کا ۔

اسی طرح امیر مُعاویہؓ نے تین ہزار روپیہ دے کر حضورؐ کے ناخن حاصل کئے تھے ۔ اور وصیت کی تھی ۔ کہ کفن پہنانے کے بعد میری آنکھوں میں یہ ناخن رکھ دینا ۔

۴ ۔: امیر مُعاویہؓ اور خاندان نبوت :۔ امیر مُعاویہؓ نے اپنی پوری زندگی میں خاندان نبوت کے ساتھ عقیدت، محبت، خدمت اور احسان کا سلوک کیا۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی کی حق الیقین کے اُردو ترجمہ تحقیق المتین صفحہ نمبر ۲، ۳ پر ذکر ہے ۔ کہ " اسی طرح مُعاویہؓ بھی باوجودیکہ اُس کے کاموں کی تمام بنا فساد اور عناد پر تھی ۔ (یہ شیعیت کے کرشمے ہیں) فضیلت و مناقب) آں حضرت کا انکار نہ کرتا تھا اور قتل عثمانؓ میں شریک ہونے کے سواء اور کوئی فسق حضرت سے منسوب نہ کرتا تھا ۔ بلکہ وہ اُسی پر قانع تھا ۔ کہ حضرت امیر اس کی امارت برقرار رکھیں ۔ اور حضرت کی بیعت کرکے حضرت کی خلافت کا اقرار کرے ۔ لوگ اس کے سامنے حضرت کے مناقب و فضائل بیان کرتے تھے ۔ اور وہ انکار نہ کرتا تھا ۔"

قلبی بغض اور مذہبی تعصب کے باوجود ملّا باقر مجلسی اس حقیقت کے اظہار پر مجبور ہو گیا ۔ کہ امیر مُعاویہؓ حضرت علیؓ سے

عقیدت رکھتے تھے۔ اُن کی فضیلت کے معترف تھے۔ اختلاف تھا۔ تو صرف قصاص عثمانؓ کے مسئلے میں ؛

۵-: حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو کبھی کبھی ایک ہی موقعہ پر ہزاروں روپے دیئے۔ اور حضرت حسنؓ کو دس برس تک اور حضرت حسینؓ کو بیس برس تک ماہانہ وظیفہ دیتے رہے۔ اور حسنینؓ اور عبداللہ بن جعفر کو ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو وظیفہ کی رقم باقاعدگی سے پہنچا دیا کرتے تھے ؛

۶-: حضرت حسنؓ نے اپنی آزاد مرضی سے امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہونا پسند فرمایا۔ امام کا یہ فعل جہاں اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ امام کو حضرت امیر معاویہؓ کی دیانت، امانت قابلیت دینداری اور حق پرستی پر اعتماد تھا۔ وہاں یہ فعل بقول شیعہ امیر معاویہؓ کی منصوص خلافت ثابت کرتا ہے ؛

۷-: حسنینؓ نے امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بخوشی بیعت کی یعنے آپ نے امیر کو اپنا پیشوا، خلیفہ وقت یا یوں سمجھو۔ کہ اپنا مرشد تسلیم کیا۔ اور حسنینؓ نے اعلان کر دیا۔ کہ امیر معاویہؓ خلیفہ برحق ہے اور اس بات کی تردید ہے۔ کہ امیر معاویہؓ باغی تھے۔ کیونکہ ایسا سمجھنے کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ حضرت حسنؓ کو اس جرم کا مرتکب تسلیم کیا جائے۔ کہ انہوں نے ایک باغی کو خلافت سونپ دی اور خود اُس کے ہاتھ پر بیعت کی ؛

۸-: امیر معاویہؓ کا اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنانا دراصل دو اماموں یعنی حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کی سنت پر عمل کرنا ہے۔ تفصیل گزر

چکی ہے ؎

۹-: یزید کے متعلق جو عیب بیان کئے جاتے ہیں - اُس وقت اُس میں موجود نہیں تھے - جب اُسے خلیفہ بنایا گیا - جیسا کہ محمد بن الحنفیہ کی عینی شہادت سے واضح ہے ؎

۱۰-: امیر معاویہؓ پر یہ بہتان صرف بہتان ہے - کہ اُنہوں نے حضرت علیؓ پر لعن طعن کرنے کا حکم دے رکھا تھا معاملہ اُس کے برعکس ہے - کہ شیعان علی نے امیر معاویہؓ پر لعن طعن کی ابتداء کی - اور حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل بیان کرکے ان لوگوں کو باز رکھنے کی کوشش کی - اور یہ ثابت ہو چکا ہے - کہ فریقین پر یعنی حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ پر سب وشتم کی تہمت تاریخی جھوٹ ہے ؎

۱۱-: محبان اہل بیت کو ائمہ نے اس حیثیت سے روشناس کرایا - جو اُن کا اصلی رنگ ہے - یعنی امام باقر نے بیان کیا - کہ

(الف) حضرت علیؓ کو شیعوں نے شہید کیا ؎

(ب) حضرت حسنؓ کو اور حضرت علی کو شیعوں نے کافر کہا ؎

(ج) حضرت حسنؓ کو مال لوٹا، حملہ کرکے زخمی کیا ؎

(د) حضرت حسینؓ کو شیعوں نے قتل کیا ؎

۱۲-: جب تقابل کا موقع آیا - تو حضرت علیؓ نے اپنے دس شیعہ دے کر امیر معاویہؓ کے ایک آدمی کے لیئے کی آرزو کی ؎

۱۳-: حضرت حسنؓ نے دہائی دی - کہ شیعوں سے نہ میری جان محفوظ ہے - نہ مال، نہ آبرو - اِس لیئے اس متاع عزیز کی حفاظت کے لئے میری نگاہ امیر معاویہؓ پر پڑی ہے - امیر معاویہؓ میری جان، مال

کنبہ، عزّت و آبرُو کے محافظ ہیں ۔ مجھے اُن شیعوں سے وُہی نجات دلاسکتے ہیں ؛

۱۴ ۔: قرآن مجید نے امیر مُعاویہؓ کی فضیلت بیان کرکے و کلا وعد اللہ الحسنیٰ کی ضمانت دے دی ہے ۔

۱۵ ۔: احادیث رسول نے امیر معاویہؓ کی فضیلت، دیانت اور حق پرستی پر مہر ثبت کردی ہے ؛

اُن حقائق کے باوجود بھی اگر کوئی شخص امیر مُعاویہؓ کے حق میں بدگوئی سے باز نہ آئے ۔ تو خدا کے سامنے اور اُس کے رسولؐ کی موجودگی میں جواب وہی کے لئے تیار رہے ۔ جنہوں نے امیر مُعاویہؓ کے ایمان دیانت اور اُخروی درجات پر مہر ثبت کردی ہے ۔ حیرت ہے کہ وُہ لوگ کس منہ سے امیر مُعاویہؓ کی شان میں اوّل حول بکتے ہیں ۔ جن کو آئمہ نے دھوکا باز، مکار، فریبی، اماموں کے قاتل، اماموں کا مال لوٹنے والے، اور ڈاکو قرار دیا۔ ؎

جفائیں بھی ہیں فریب بھی ہیں نمود بھی ہے سنگھار بھی ہے !
اور اس پر دعوائے حق پرستی اور اس پہ یاں انتبار بھی ہے